باب نمبر ۷

خون

''اور جب سورج نکلے
تو تم دیکھو کہ (دھوپ) ان کے غار سے داہنی طرف سمٹ جائے
اور جب غروب ہو تو ان سے بائیں طرف کترا جائے
اور وہ اس کے میدان میں تھے
یہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں
جس کو خدا ہدایت دے
وہ ہدایت یاب ہے
اور جس کو گمراہ کرے
تو تم اس کے لئے کوئی دوست راہ بتانے والا نہ پاؤ گے۔
اور تم ان کو خیال کرو گے
کہ وہ جاگ رہے ہیں
حالانکہ وہ سوتے ہیں
اور ہم ان کو دائیں اور بائیں کروٹ بدلاتے تھے
اور ان کا کتا
چوکھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا
اگر تم ان کو جھانک کر دیکھتے
تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے
اور ان سے دہشت میں آ جاتے۔''
سورۃ الکہف (۱۷ تا ۱۸)

.....

گاڑی بڑے سے گھر کے باہر آ کر رکی تو ملازم نے فوراً دروازہ کھولا۔ نولان پہلے خود باہر نکلا اور پچھلی نشست پہ بیٹھے اپنے والد کو باہر آنے میں مدد دی۔ میری بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ وہ بھی دوسری طرف سے باہر نکلی۔ نولان نے ایک ہاتھ سے اپنے باپ کو سہارا

دے رکھا تھا۔ وہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ میری ان کے عقب میں تھی۔

داخلی دروازہ کھلا تو سامنے بڑی سی راہداری تھی۔ آمنے سامنے چار کمرے تھے۔ ان میں سے آخر والا کچن تھا اور اسی کے ساتھ ہی زینے بنے تھے جو بالائی منزل تک جاتے تھے۔ دیواروں پہ متعدد تصاویر آویزاں تھیں۔ راہداری میں دو تین چھوٹے چھوٹے میز بھی رکھے تھے جن پہ گلدان رکھے تھے۔

میری گھر دیکھ کر بلاشبہ متاثر ہوئی تھی۔

وہ ان کے پیچھے پیچھے اندر آئی۔ راہداری میں کوئی نہیں تھا۔

''آرام سے ڈیڈ۔ بس کمرہ آنے ہی والا ہے۔'' نولان نے اپنے باپ کو کندھے سے تھام لیا۔ انہوں نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ چل کر تھک چکے تھے۔ ابھی ان میں اتنی ہمت نہیں تھی۔ انہیں تکلیف ہو رہی تھی جس کا اندازہ ان کے چہرے سے لگانا بے حد آسان تھا۔ میری اردگرد ہر چیز کو دیکھ رہی تھی۔ اسے ہر چیز ہی اچھی لگ رہی تھی۔

وہ ابھی کمرے میں داخل ہونے ہی والے تھے کہ اندر سے ایک عورت باہر نکلی۔ وہ تقریباً چالیس سال کی تھی۔ موٹا جسم، گندمی رنگت، کالے بالوں کو جوڑے میں قید کیے اور چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ سجائے وہ انہیں دیکھ کر رک گئی۔ وہ سب بھی رک چکے تھے۔

''یہ کیا بلا ہے؟'' میری نے دل میں کہا۔ اسے یہ عورت ایک آنکھ بھی نہیں بھائی تھی۔

''اوہ..... ویلکم ہوم۔ کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟ کیا کہا ڈاکٹر نے؟ میں تو بہت پریشان ہو گئی تھی۔'' وہ فوراً بولی۔ اس کے انداز میں فکر نہیں تھی، بس مصنوعی پن چھلک رہا تھا۔ وہ اتنی پریشان تھی کہ ایک بار بھی اپنے شوہر کا حال پوچھنے ہسپتال نہیں آئی تھی۔

''ڈاکٹر نے بیڈ ریسٹ کا کہا ہے۔ نرس ان کا سارا کام کر دیا کرے گی۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' نولان نے سرسری انداز میں کہا۔ میری سمجھ چکی تھی کہ ان کے آپسی تعلقات اچھے نہیں ہیں۔

نولان کی بات پہ اس عورت نے چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ نولان نے پرواہ نہیں کی اور اپنے باپ کو اندر کمرے میں لے گیا۔ وہ اس عورت کے منہ لگنا زیادہ پسند نہیں کرتا تھا۔

''تم کون ہو؟'' عقب میں خاموش کھڑی میری بینسن پہ نگاہ پڑی تو اس نے پوچھا۔ آنکھوں میں عجیب سی کاٹ تھی۔ میری کو اس کا انداز ذرا نہیں بھایا تھا۔

''جی..... میں..... میں میری بینسن ہوں۔'' اس نے کہا۔

''نام نہیں پوچھا میں نے تمہارا۔ یہاں کس لیے آئی ہو؟ یہ بتاؤ۔'' وہ بولی۔ وہ میری کا سر سے پاؤں تک جائزہ لے چکی تھی۔ شکل و صورت سے تو وہ بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی مگر اس کے اندر کی تلخی نے اس چیز کو زیادہ نہیں سوچا۔ وہ ہر ایک کو مشکوک ہی سمجھتی تھی۔ میری کو اندازہ ہو چکا تھا۔

''نولان نے آپ کو بتایا تو ہے کہ میں نرس ہوں۔'' وہ فوراً بولی۔ عورت کو اس کا انداز عجیب سا لگا تھا۔ وہ پراعتمادی سے بولی تھی۔

''نولان.....''اس نے ایک ابرو کھڑا کیا، جیسے کوئی اندازہ لگانا چاہ رہی ہو۔''نولان نہیں۔مسٹر نولان کہا کرو۔تم ملازمہ ہو۔ایسے مالکوں کو ان کے نام سے نہیں بلاتے۔''

میری کو شدید توہین کا احساس ہوا تھا۔نولان اور اس کے والد نے کبھی اسے ملازمہ نہیں کہا تھا اور یہ عورت.....اسے بہت برا لگا۔اس نے پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا تھا کیوں کہ وہ اس پوزیشن میں نہیں تھی۔وہ چپ چاپ اندر کمرے میں چلی گئی۔عورت کے چہرے پہ تفاخر پھیلا تھا جیسے اس کی بے عزتی کر کے اسے سکون ملا ہو۔

اندر کمرے میں نولان اپنے باپ کے ساتھ ہی بیڈ پہ بیٹھا تھا۔وہ دوائیاں دیکھ رہا تھا۔

''اب آپ آرام کریں۔میری ادھر پاس ہی ہے۔آپ آواز دے کر اسے بلا سکتے ہیں۔''نولان نے کہا اور دوائیاں ایک ڈبے میں ڈال کر میری کو بتایا۔

اتنے میں گندمی رنگت والی عورت کمرے میں داخل ہوئی۔کسی نے بھی اسے نہیں دیکھا مگر وہ سب کو نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''یہ کہاں رہے گی؟''وہ نقاہت زدہ لہجے میں بولی تو ان دونوں نے اسے دیکھا۔

''ساتھ والے کمرے میں ہی رہے گی وہ۔''نولان نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

''واؤ.....تو تم بھی اسی کمرے میں رہو گے کیا؟ ہاؤ سویٹ.....''وہ طنزیہ انداز میں بولی تو نولان کو شدید غصہ آ گیا۔میری نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔نولان نے اس کا جھکا سر دیکھ لیا تھا۔اسے افسوس ہوا تھا۔

''میں سامنے والے کمرے میں رہوں گا ویلما آنٹی.....''اس نے ہر لفظ کو چبا چبا کر بولا مگر ویلما کو کوئی خاص فرق نہ پڑا۔وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی اور جتاتی نظروں سے میری کو دیکھا۔

''چلو اچھا ہے۔ایک نرس کو عالیشان کمرہ مل رہا ہے۔اسے اور کیا چاہئے۔''اس نے کندھے اچکائے۔

بوڑھا آدمی یہ منظر دیکھ رہا تھا۔اسے بھی میری کا جھکا سر دیکھ کر شرمندگی ہو رہی تھی۔وہ کچھ بول نہ سکا۔ویلما کی آخری بات پہ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

''تو اسے ڈیڈ کے پاس ہی ہونا چاہئے۔اگر آپ کو مسئلہ ہے تو خود کیوں نہیں خیال رکھ لیتیں ڈیڈ کا؟ آخر وہ آپ کے شوہر ہیں۔میں تو سارا دن کام پہ ہوتا ہوں۔کم از کم اپنی ذمہ داری تو پوری کر لیں آپ۔اور اگر آپ کی نازک طبیعت ایسا نہیں کر سکتی تو.....آپ ہمارے معاملات میں اپنی ٹانگ نہ گھسایا کریں۔ہم پہلے ہی بہت پریشان ہیں اور اوپر سے.....''نولان کی آواز بلند تھی۔اس میں غصہ بھی تھا۔میری ان سب میں پرائی تھی۔وہ نولان کی بات کے دوران ہی کمرے سے باہر جا چکی تھی۔اسے وہاں رہنا مناسب نہ لگا۔باہر بھی اسے نولان کی آواز آ رہی تھی۔

''دیکھ رہے ہیں آپ؟ نولان کیسے بدتمیزی سے مجھ سے بات کر رہا ہے۔ماں نے ذرا تمیز نہیں سکھائی۔''وہ اپنے شوہر کو دیکھتے

ہوئے بولی۔

''ویلما پلیز۔ مجھے آرام کرنا ہے۔تم دونوں باہر چلے جاؤ۔'' وہ کوفت سے بولے۔وہ ویلما کو چپ نہیں کروا سکتے تھے۔اسے جتنا بولنے سے منع کرو وہ اتنا ہی بولتی تھی۔

نولان نے زہر چشم سے اسے دیکھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ویلما بھی تلملاتی ہوئی باہر نکلی اور کچن میں چلی گئی۔

نولان میری کے پاس آ گیا جو دروازے کے ساتھ کھڑی تھی۔اس کا رخ بھی دروازے کی طرف تھا۔وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

''سوری.....ویلما کی باتوں کا برا مت منانا۔وہ ایسی ہی ہیں۔'' نولان کی آواز اسے اپنے عقب سے سنائی تھی۔وہ جیسے ہوش میں آئی اور اس کی طرف گھومی۔

''جی.....'' اس نے اتنا ہی کہا۔

''آئیں میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھا دیتا ہوں۔'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے چلنے کا کہا۔میری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

نولان اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔

کمرہ بہت عالیشان تھا۔ایک دیوار کے آگے بیڈ تھا جس پہ چادر نفاست سے بچھی تھی۔بیڈ کی عقبی دیوار میں مختلف فریم لگے تھے جن میں قدرت کے خوبصورت مناظر قید تھے۔ایک طرف سنگھار میز اور الماری تھی۔دوسری طرف دیوان رکھا تھا جس کی ایک طرف گاؤ تکیہ رکھا تھا۔بیڈ کے سامنے چھوٹا سا قالین بچھا ہوا تھا۔ویلما ٹھیک کہہ رہی تھی کہ اسے ایک عالیشان کمرہ ملنے لگا ہے۔

اس نے سوچا۔

''یہ میرا کمرہ ہے پراب سے یہ آپ کا ہے۔میں اپنا ضروری سامان یہاں سے لے جاتا ہوں۔ڈیڈ کی آواز یہاں آ جائے گی۔آپ بس ان کا خیال رکھنا۔میں سارا دن تو گھر پہ نہیں ہوتا اسی لیے میں نے آپ کو اپنے ساتھ آنے کا کہا ہے۔اور پلیز.....ویلما کو آپ بالکل اگنور کریں۔اس کی کسی جلی کٹی بات کا جواب مت دینا ورنہ وہ مزید واویلا مچائے گی۔آپ کے صبر کا امتحان ہے۔امید ہے آپ اسے پاس کر جائیں گی۔اور.....سنڈے کو میں فری ہوتا ہوں تو آپ اگر کہیں باہر جانا چاہیں تو جا سکتی ہیں۔اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو آپ مجھ سے کہنا۔ویلما کو نہیں.....'' نولان نے اسے سمجھایا۔میری اس کی بات سمجھ رہی تھی اور کمرے کو دیکھ دیکھ کر اپنی قسمت پہ رشک کر رہی تھی۔

''میں پوری کوشش کروں گی کہ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔نولان بھی مسکرا دیا۔

''اچھا اب آپ میری تھوڑی ہیلپ کریں۔میں نے اپنا کچھ سامان گیسٹ روم میں شفٹ کرنا ہے۔'' نولان کہتا ہوا اپنی الماری کی طرف چلا گیا۔

میری کو وہ بہت بھلا انسان لگا تھا۔اس کا دل کر رہا تھا کہ وہی اس کے سارے کام کرے جس نے اسے کہاں سے لا کر کہاں بٹھا دیا ہے۔

وہ بہت خوش تھی۔

☆☆☆☆☆

''تمہارے تو مزے ہیں۔کہاں تم زمین پہ سوتی تھی اور کہاں اب اس عالیشان کمرے میں.....زندگی ہو تو ایسی ہو۔کاش مجھے بھی کوئی نولان جیسا مل جائے۔میرے بھی اچھے دن آ جائیں۔'' وہ لیزا کے ساتھ بیٹھی تھی۔وہ دونوں ہسپتال کے باہر کینٹین میں تھیں۔سورج کی کرنیں ہر سو پھیلی تھیں۔ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔آج اس کی ڈیوٹی سے چھٹی تھی اسی لیے وہ لیزا سے ملنے آئی تھی۔نولان آج گھر پر تھا۔وہ کافی دیر بعد لیزا سے مل رہی تھی۔لیزا نے اس کے اندر تبدیلی محسوس کی تھی۔وہ بدل سی گئی تھی۔اس کے اندر ایک رکھ رکھاؤ آ گیا تھا۔یہ شاید نہیں،یقیناً اسی کمرے میں رہنے کی وجہ سے تھا۔وہ خود کو اس کمرے کی مالکن سمجھ بیٹھی تھی۔

لیزا کی بات پہ وہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔''بس دیکھ لو۔قسمت کیسے پلٹا کھا جاتی ہے ناں۔''

''ہاں۔واقعی۔مجھے تو ابھی بھی یقین نہیں آ رہا کہ اس نے تمہیں اپنا کمرہ ہی دے دیا ہے؟ کیا سچ میں یا تم جھوٹ بول رہی ہو؟'' لیزا کو شک ہوا۔

''یقین نہیں آتا تو گھر آ کر دیکھ لینا۔مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' اس نے شانِ استغناء کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

''اوہ.....'' وہ حیران ہوئی۔''نولان اتنا اچھا انسان ہے کیا؟''

''وہ اپنے باپ سے بہت محبت کرتا ہے اسی لیے ان کی آسانی کے لیے اس نے مجھے اپنا کمرہ دے دیا ہے۔اس میں کوئی اتنی حیران کن بات نہیں ہے۔تمہیں یقین کیوں نہیں آ رہا؟'' وہ بولی۔

لیزا اس کی بات کو ہضم کرنے لگی۔''مجھے تو لگتا ہے وہ تم سے بھی محبت کرتا ہے۔کوئی اتنی آسانی سے اپنا عالیشان کمرہ کسی نرس کو نہیں دے دیتا۔''

''بس کر دو۔اب تمہیں یہ فضول بات کہاں سے سوجھی؟ میرا نہیں خیال.....'' ایک لمحے کو اسے لگا کہ لیزا ٹھیک کہہ رہی ہے۔نولان اس کی بہت عزت کرتا تھا۔وہ اس کا ہر کام بھی کر دیتا تھا۔باہر سے کچھ سامان وغیرہ لانا ہوتا تو وہ نولان کو کہہ دیتی تھی۔نولان نے کبھی انکار نہیں کیا تھا۔وہ ہمیشہ اس سے اچھے طریقے سے بات کرتا تھا۔ایک دو بار تو وہ ویلما سے بھی تلخ کلام ہو گیا تھا۔صرف.....میری بین سن کی وجہ سے.....میری بین سن.....

''پھر بھی تم دھیان رکھنا۔'' لیزا ذومعنی انداز میں مسکرائی۔

میری نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

وہ اور لیزا اب دوسری باتیں کرنے لگی تھیں۔لیزا اسے اپنے بارے میں بتا رہی تھی۔ڈاکٹر اسے مس کرتے تھے اور اس کے علاوہ کچھ نرسیں بھی۔میری کو یہ جان کر خوشی ہوئی تھی۔اس نے سوچا وہ آج سب سے مل کر جائے گی۔اسی لیے وہ لیزا کے ساتھ ہی اندر ہسپتال میں چلی گئی اور باری باری سب سے ملی۔سب نے اس کے انداز میں ایک واضح تبدیلی محسوس کی تھی۔کمرے والی بات کا ذکر اس نے صرف لیزا سے ہی کیا تھا۔اس نے لیزا کو بھی منع کر دیا تھا کہ وہ کسی اور کو یہ بات نہ بتائے۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہر طرف اس کے بارے میں

چہمگوئیاں ہوتی رہیں۔لیزا نے نہ بتانے کی حامی بھر لی تھی۔

وہ سب کے ساتھ تو تھی مگر اس کا ذہن لیزا کی ایک بات پہ ہی اٹکا ہوا تھا۔

نولان تم سے محبت کرتا ہے۔نولان.....محبت.....تم سے.....تم سے.....محبت.....نولان.....

وہ سارا دن یہی سوچتی رہی۔وہ نولان کی طرف سے کسی اشارے کا انتظار کر رہی تھی۔نولان نے بظاہر اسے کوئی اشارہ بھی نہیں دیا تھا۔اس کا خیال رکھنا کوئی اتنی بڑی بات بھی نہیں تھی کہ اسے محبت کا نام دیا جاتا۔دنیا میں اچھے انسان بھی تو زندہ ہیں۔نولان انہی میں سے ایک ہے۔اگر ایسا ہے بھی تو وہ اظہار کر دے گا۔وہ ایسے ہی صرف لیزا کی بات پہ تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی تھی۔اسے یہی مناسب لگا۔

گھر واپس آتے ہوئے وہ یہی سب سوچ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

''تم جانتے ہو تمہاری زندگی بدل سکتی ہے۔آخر کب تک تمہارا ایسے ہی رہنے کا ارادہ ہے؟ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ اگر تم یہ نوکری چھوڑ بھی دو،تو بھی تمہارے پاس بہت پیسہ ہوگا۔''

''مجھے آپ کی کوئی ڈیل بھی قبول نہیں ہے۔میرے لیے یہ جرم ہے۔کسی کی جان لینا کوئی اچھا عمل نہیں ہوتا۔آپ پلیز کسی اور کے پاس جائیں۔''

''تمہیں اپنا نقصان کرنا ہے تو شوق سے کرو۔یہ آفر تمہیں دوبارہ نہیں ملے گی۔''

''اگر میں نے آپ کی بات مانی تو میرا نقصان ہوگا۔یہ میری خواہش نہیں ہے۔''

''تم سوچ لو بے شک۔تمہارے پاس وقت ہے۔''

''مجھے کچھ نہیں سوچنا۔میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہے۔''

''تمہیں پتا نہیں میں کون ہوں۔''

''مجھے نہیں جاننا۔پلیز آپ یہاں سے جائیں۔مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں۔''

''اگر تم میری بات مان لو تو تمہیں یہ کام کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔اس میں تمہارا فائدہ ہے۔''

''مجھے کسی کا قتل نہیں کرنا۔سوری۔آپ جائیں ورنہ میں سکیورٹی کو بلاؤں؟''

''تم غلطی پہ ہو۔''

''آپ بھی.....''

''تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہوگا۔''

''جو کرنا ہے،شوق سے کرنا۔مجھے فرق نہیں پڑتا۔''

''یہ دولت دیکھو۔''

''یہ پیکٹ آپ اپنے پاس رکھیں۔ مجھے یہ نہیں چاہئے۔ میرا ضمیر سلامت ہے۔''

''اس میں بہت پیسے ہیں۔''

''مجھے نہیں چاہئیں۔ سکیورٹی.....سکیورٹی.....انہیں باہر نکالیں۔''

''گھاٹے کا سودا تمہیں مبارک ہو۔''

''اپنا پیکٹ اٹھائیں اور باہر نکلیں۔''

''ٹھیک ہے۔''

اس کے باہر جانے سے پہلے ہی کھڑکی کے آگے پھیلے پردے کی اوٹ میں چھپ کر کسی نے اس منظر کو کیمرے کی آنکھ میں قید کر لیا تھا۔

''زبردست.....''

''شکریہ.....''

''اسے سنبھال کر رکھنا۔ یہ تصویر ہمارے کام ضرور آئے گی۔ آج نہیں تو کل۔ یہ بہت خطرناک ہے۔''

''جو حکم.....''

☆☆☆☆☆

وہ ایک چمکتی صبح تھی۔ وہ لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ میں کتاب پکڑ رکھی تھی۔ وہ چائے کا ایک گھونٹ لیتی اور کپ میز پہ رکھ دیتی۔ وہ کتاب پڑھنے میں اس قدر مگن تھی کہ اسے نولان کے آنے کا احساس بھی نا ہوا۔

''ہیلو.....'' اس نے ہولے سے کہا۔ میری کو جیسے اس کی آواز سنائی نہ دی۔ وہ اس کے عقب میں کھڑا تھا۔ نولان کو احساس ہوا کہ میری کتاب میں کھو چکی ہے تو وہ آہستہ سے آگے آیا اور کرسی کھینچ کر سامنے بیٹھ گیا۔ اسی دوران میری کو اس کی موجودگی کا احساس ہوا۔ وہ گڑبڑا ہی تو گئی تھی۔ چائے کا کپ گرتے گرتے بچا تھا مگر کتاب کو وہ سنبھال نہ سکی جو اس کی گود میں جا گری تھی۔

''اوہ سوری۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا آپ کب آئے۔'' وہ معذرت خواہ انداز میں بولی۔

''نہیں اٹس اوکے۔ یہ کتاب اتنی زبردست ہے کہ بندہ اس میں کھو ہی جاتا ہے۔'' نولان مسکرایا۔ اس نے بھورے رنگ کی پینٹ شرٹ پہن رکھی تھی۔ وہ شاید نہا کر آیا تھا کیونکہ اس کے گیلے بال نفاست سے ایک طرف تھے۔

''اوہ سوری۔ میں آپ کی اجازت کے بغیر ہی کتاب پڑھنے لگی۔ ایکچوئلی میں بور ہو رہی تھی اور انکل بھی ابھی سو رہے تھے تو سوچا کوئی بک پڑھ لوں۔ آپ کی کالیکشن اچھی ہے۔ مجھے کتابیں پڑھنا پسند تھا پر جب سے فورکس آئی ہوں کتابیں نہیں پڑھ سکی۔ کافی بزی ہو گئی تھی اور پھر حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں کتابیں خرید سکوں۔'' اس نے کہا۔ میری کو احساس ہوا وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔ وہ نولان کے سامنے کبھی اتنا زیادہ نہیں بولی تھی۔ نولان کو بھی اس کا انداز اچھا لگا تھا۔

''کوئی بات نہیں۔آپ جب چاہیں پڑھ سکتی ہیں۔''اس نے کہا۔

''شکریہ.....''وہ ممنون ہوئی۔

''شام کو ڈیڈ کو ڈاکٹر کے پاس بھی لے کر جانا ہے۔''نولان کہتے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

''ٹھیک ہے۔میں انہیں تیار رکھوں گی۔''

''اوکے۔میں چلتا ہوں۔آپ نے ناشتہ کرلیا؟میں ناشتہ لینے ہی جارہا ہوں،آپ کو کچھ چاہئے؟''اس نے پوچھا۔میری کو اس کے انداز پہ حیرت ہوئی۔

''آ.....نہیں۔میں نے چائے پی لی ہے۔''اس نے کپ کی طرف اشارہ کیا۔اب وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ہوا کے باعث اس کے بال لہلہا رہے تھے۔

''بس چائے؟آپ نرس ہوکر اپنی ڈائٹ کا خیال نہیں رکھتیں۔ناشتہ تو صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔ڈاکٹرز کہتے ہیں ناشتہ اچھے طریقے سے کرنا چاہئے۔یہ صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے۔''نولان نے اسے کہا تو وہ ذرا جھینپ سی گئی۔وہ نرس تھی۔اتنی باتیں تو اسے خود پہ بھی لاگو کرنی چاہئے تھیں۔

''وہ بس.....میری روٹین ہی خراب ہوگئی تھی۔اکثر رات کی ڈیوٹی ہوتی تھی تو صبح دیر سے اٹھتی تھی۔اسی لیے ناشتے کی عادت نہیں رہی۔''وہ شرمندہ سی ہوئی۔پتا نہیں اسے عجیب لگ رہا تھا۔

''کوئی بات نہیں۔اب تو آپ کی روٹین ٹھیک ہے ناں۔آپ ناشتہ کیا کریں۔میں آپ کے لیے بھی ناشتہ لے آتا ہوں۔''وہ مسکراتے ہوئے کہہ کر پلٹ گیا۔

میری نے اسے دروازے سے باہر جاتے دیکھا۔وہ کندھے اچکا کر واپس کرسی پہ بیٹھ گئی۔اس کی چائے ٹھنڈی ہوچکی تھی۔وہ اسے گرم کرنے کی غرض سے اٹھی اور کچن کی طرف قدم بڑھا دیے۔داخلی دروازے پہ ویلما کھڑی تھی۔میری اسے دیکھ کر ایک لمحے کو رکی مگر نولان کی بات کو یاد کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگی جب ویلما نے اس کا راستہ روک لیا۔

''تم کچھ زیادہ ہی ہواؤں میں نہیں اڑ رہی؟''ویلما کی بات کا مطلب میری بہت اچھے سے سمجھ چکی تھی۔اس نے کوئی جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔

''مجھے اندر جانا ہے۔''اس نے چڑ کر کہا۔ویلما اس کے سامنے کھڑی تھی۔

''مجھے تمہارے پر کاٹنے آتے ہیں میری بینسن.....''وہ چیلنج کرنے والے انداز میں بولی۔میری کو اب غصہ آرہا تھا۔روزانہ ہی ویلما کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کرتی تھی۔اسے ویلما سے بہت کوفت ہوتی تھی۔وہ اس کے خلاف بولتی رہی تھی مگر میری نے کبھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ نولان اور اس کے باپ کو بھی اتنی باتیں سناتی تھی مگر وہ بھی چپ رہتے تھے۔چلو نولان تو اس کے منہ لگنا پسند نہیں کرتا تھا مگر مسٹر آرتھر کیوں خاموش رہتے تھے؟وہ اسے طلاق دے کر گھر سے نکال بھی تو سکتے ہیں۔ویلما کون سا کوئی بہت اچھی بیوی تھی جو وہ ایسا کرنے

سے قاصر ہیں؟

اس نے سوچا۔

''میرے پر میں خود بھی سنبھال سکتی ہوں۔آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''اس نے ویلما کو ہاتھ جھٹک دیا اور آگے بڑھ گئی۔اس کی یہ حرکت ویلما کے سر پہ لگی اور پیروں پہ بجھی۔وہ طیش میں آ گئی۔میری کچن میں چلی گئی اور ویلما اس سے انتقام لینے کے لیے اس کے پیچھے کچن میں گئی۔

''تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ حرکت کرنے کی؟''وہ غصے سے چیخی۔میری کا دل کیا وہ اس کو آج صحیح مزہ چکھا دے۔

''میں نے کیا کیا ہے؟''وہ لاپرواہی سے بولی۔

''تم جانتی ہو تم نے کیا کیا ہے۔''ویلما کی آواز بلند ہی تھی۔

''دیکھیں ویلما آنٹی۔مجھے کوئی شوق نہیں۔میں یہاں مسٹر آرتھر کی کیئر ٹیکر ہوں۔میں انہی کے لیے آئی ہوں۔مجھے کسی اور سے کوئی غرض نہیں ہے۔آپ پلیز مجھے اپنا کام کرنے دیں۔میں آپ سے لڑنا نہیں چاہتی۔آپ کو اگر بہت شوق ہے لڑنے کا تو کسی کشتی وغیرہ میں حصہ لے لیں۔میرے اندر آپ سے لڑنے کی ہمت نہیں ہے۔''وہ تنک کر بولی۔ویلما کی آنکھیں مزید کھل گئیں۔

''اپنی زبان کو لگام دو۔''

''آپ بھی۔ورنہ میرے پاس بھی زبان ہے۔میں بھی آپ کی طرح بول سکتی ہوں۔''

ویلما نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ نولان کچن میں داخل ہوا۔''کیا ہو رہا ہے اب؟''وہ تھک چکا تھا۔تھوڑے ہی دنوں میں ویلما نے میری کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔

''کچھ نہیں۔میں تو بس چائے گرم کرنے آئی تھی۔ویلما آنٹی خواہ مخواہ گرم ہو رہی ہیں۔''میری نے کہا اور چائے گرم کرنے لگی۔نولان کو اس کی بات سن کر ہنسی تو آئی تھی مگر وہ چھپا گیا۔

''ویلما آنٹی پلیز۔کبھی تو باز آجایا کریں۔''نولان نے نارمل لہجے میں کہا۔

ویلما پیر پٹخ کر کچن سے باہر چلی گئی۔اس کے جانے کے بعد نولان نے قہقہہ لگایا تو میری بھی ہنس پڑی۔

''لائیں۔میں ناشتہ بنا دیتی ہوں۔''میری نے اس کے ہاتھ سے سامان لیا۔

نولان ہنوز ہنس رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

اسے یہاں آئے ایک مہینہ ہو چکا تھا۔وہ بہت اچھے سے اپنی ڈیوٹی سنبھال رہی تھی۔نولان نے اسے تنخواہ دے دی تھی۔وہ لیزا کے ساتھ ہی اپنے لیے خریداری کرنے گئی تھی۔مسٹر آرتھر بھی اس کے ساتھ گھل مل گئے تھے۔وہ اسے اپنی بیٹی ہی کہتے تھے۔میری کو بھی ان کے کام کرنا اچھا لگتا تھا۔وہ ان کی بہت عزت کرتی تھی۔

کچھ لوگ کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ ویلما ان ''کچھ لوگوں'' میں شامل تھی۔ وہ میری کو طعنے دیتی تھی مگر میری صبر سے کام لیتی۔ اس کا مقصد اس گھر میں مسٹر آرتھر کا خیال رکھنا تھا۔ وہ وہی کرتی تھی۔ مسٹر آرتھر نے بھی اسے حوصلے سے کام لینے کا کہا تھا۔ میری انہیں اپنے والد کی طرح سمجھتی تھی اسی لیے وہ برداشت کرتی رہتی۔ کبھی کبھی ویلما کی چلتی زبان تھک بھی جاتی تھی۔ اس دن میری کو بہت خوشی ہوتی تھی۔

نولان نے اس سے اظہارِ محبت نہیں کیا تھا۔ ہر ملاقات میں لیزا اس سے یہی سوال کرتی تھی۔ میری اسے نفی میں جواب دیتی تو اسے حیرت ہوتی۔ وہ ایک بار اس کے گھر آئی تھی۔ میری کا کمرہ دیکھ کر واقعی اس کے ہوش اڑ چکے تھے۔

نولان اپنے سابقہ کمرے میں تھا جب وہ چائے لے کر اندر داخل ہوئی۔

''اوہ، آپ کو کچھ چاہیئے تھا؟'' میری نے استفسار کیا تو نولان نے بغیر مڑے ہی گردن ہلائی۔ وہ الماری میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔

''میری ایک فائل نہیں مل رہی۔ اس میں میرا سارا ریکارڈ ہے۔'' وہ چیزیں ہٹا کر دیکھ رہا تھا۔

میری نے اپنی چائے سائڈ ٹیبل پہ رکھی اور اس کی مدد کرنے کے لیے آگے بڑھی۔ ''مجھے دیکھنے دیں۔''

نولان پیچھے ہٹ گیا۔ میری نے اپنی الماری میں دیکھا تو اسے فائل مل گئی تھی۔ اس نے فائل نولان کے سامنے رکھ دی۔

''یہ لیں۔'' فاتحانہ مسکراہٹ اس کے لبوں پہ رقص کر رہی تھی۔

''تھینک یو۔'' نولان شکر گزار ہوا۔

وہ دونوں کمرے کے وسط میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ میری اس سے اس فائل کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ نولان اسے بتا رہا تھا۔ اس کی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی..... وہ ہنس رہے تھے..... وقت گزر رہا تھا..... وہ محوِ گفتگو تھے..... اس کے قہقہے بلند ہوئے..... اور..... دروازہ کھلا تو ویلما اندر آئی..... ان کی ہنسی رکی..... سانس رک گیا..... ویلما کے چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ تھی..... وہ اسی پل کی تلاش میں تھی.....

''ویل ویل..... زبردست..... واؤ..... امیزنگ.....'' وہ آگے آئی اور تالیاں بجانے لگی۔ ''کتنے اچھے لگ رہے ہو تم دونوں ساتھ میں۔'' اس کے چہرے پہ مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ اس منظر سے کتنی محظوظ ہوئی ہے۔ اس نے انہیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہے۔

''نائس کپل۔ دیکھو تو صحیح..... میری بینسن..... میں ایک نرس ہوں بس۔ میرا کسی اور سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ اب دیکھو..... کیسے قہقہے لگ رہے ہیں۔ واؤ..... دیکھ کر اچھا لگا۔'' وہ ہنوز تالیاں بجا رہی تھی۔

میری اور نولان چپ چاپ اسے دیکھ رہے تھے جو عجیب انداز میں مسکراتی جا رہی تھی۔

''آپ کو کیا مسئلہ ہے؟'' نولان نے تلخ لہجے میں کہا۔

''مجھے..... مجھے.....؟'' اس نے انگلی اپنی طرف کی اور پھر کچھ سوچنے کے سے انداز میں اوپر دیکھنے لگی۔ ''مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہاں تم لوگوں کو شرم آنی چاہیئے ایسی بے ہودہ حرکتیں کرتے ہوئے۔ بند دروازوں کے پیچھے کیا ہو رہا تھا؟'' اس کے چہرے پہ تشویش تھی۔ اب وہ مسکرا نہیں رہی تھی۔

''پلیز ویلما.....زبان کو لگام دو۔''نولان کا پارا چڑھ گیا تھا۔میری کو شرمندگی نے آن گھیرا۔

''تم لوگ جو مرضی کرتے رہو۔میں چپ رہوں۔تمہارے باپ کو تو کوئی ہوش ہی نہیں ہے اس کا بیٹا کسی لڑکی کے ساتھ کمرے میں ہے۔لڑکی کو وہ اپنی بیٹی کہتا ہے۔اسے کتنا دکھ ہوگا جب اسے پتا چلے گا کہ تم نولان کے ساتھ کمرے میں.....''

''ویلما جسٹ شٹ اپ.....شٹ اپ.....''میری کی برداشت جواب دے گئی تھی۔اس نے کبھی اپنے بارے میں ایسی اول فول بات نہیں سنی تھی۔''اپنی زبان کو لگام دو۔میرے بارے میں کوئی بکواس کرنے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔میں نے تمہارا بہت لحاظ کر لیا ہے مگر اب نہیں کروں گی۔میں تمہاری غلام نہیں ہوں جو تمہاری بکواس سنتی رہوں۔''اس نے ویلما کو انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔''میں نے اگر آئندہ تمہارے منہ سے اپنے بارے میں کچھ سنا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔سمجھی تم.....؟''وہ غصے سے کہہ کر باہر چلی گئی۔جاتے جاتے اس نے جان بوجھ کر ویلما کو ٹھوکا دیا تھا۔ویلما گرتے گرتے بچی تھی۔

''تم نے ایسے ہی چپ کرنا تھا۔وہ خاموش رہتی تھی تمہارے آگے مگر تمہاری بکواس نہیں ختم ہوتی تھی۔آج اس نے تمہیں چپ کروا دیا۔وہ ایک بہادر لڑکی ہے۔اور.....تم ہوتی کون ہو میرے اور میری کے بارے میں بات کرنے والی؟ ہم جو مرضی کریں،اس سے تمہیں کیا تکلیف ہے؟''نولان نے بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا تھا۔''تمہیں یہی تکلیف ہے ناں کہ میں کہیں میری سے شادی نا کر لوں تو سنو.....میں اس سے شادی کروں گا۔وہ اس گھر میں تمہارے برابر بیٹھے گی۔وہ بھی اس گھر میں ایک مقام رکھے گی۔دیکھنا تم.....اور آئندہ.....اپنی گندی زبان سنبھال کر رکھنا کیونکہ ہم دونوں گونگے نہیں ہیں۔اب نکلو یہاں سے.....''نولان نے ہاتھ سے اسے دفع ہونے کا اشارہ کیا۔

ویلما ہکا بکا وہیں کھڑی،اسے دیکھ رہی تھی۔ایسے لوگ ہمیشہ یہی سمجھتے ہیں کہ سامنے والا چپ ہے تو وہ کمزور ہے۔وہ اس کے بارے میں جو مرضی بکتے رہیں وہ آگے سے کچھ نہیں بولے گا۔وہ ایک اصول بھول جاتے ہیں کہ انسان جتنا خود پہ قابو پا کر اپنے غصے کو پیتا ہے،اس کا غصہ اس کے اندر لاوا بن جاتا ہے۔ایک وقت آتا ہے جب یہ لاوا پھٹ کر ہر چیز جلا دیتا ہے۔میری اور نولان کا لاوا پھٹ چکا تھا۔وہ خاموش رہ کر بھی تھک چکے تھے۔

انسان کو بولنا چاہیئے تا کہ کوئی اسے زیر نہ کر سکے۔

ویلما حیرت کے سمندر سے باہر نکلی اور کمرے سے بھی باہر نکل گئی۔

نولان نے اپنا سر پکڑ لیا۔

☆☆☆☆☆

دس سال پہلے نولان کی والدہ کا انتقال ہوا تھا۔وہ اس وقت اسکول میں تھا۔اس کے باپ نے حالات کے پیشِ نظر دوسری شادی کر لی تھی۔ویلما شروع شروع میں بہت اچھی تھی۔وہ اس کے سب کام بھی کرتی تھی اور اس کا بہت خیال بھی رکھتی تھی۔اس نے سارے گھر کے کام اپنے ذمہ لگا رکھے تھے۔کچھ عرصہ زندگی بہت اچھی گزرتی گئی۔پھر.....ویلما کی اداکاری اب مزید نہیں چل سکتی تھی۔انسان جتنی مرضی اداکاری کر لے ایک نہ ایک دن تو وہ اپنے اصل روپ میں آتا ہی ہے کیونکہ انسان مسلسل اداکاری بھی نہیں کر سکتا۔ویلما بھی نہ کر پائی

اوراس کا رویہ بدلتا گیا۔وہ بات بات پہ نولان پہ غصہ کرتی تھی۔اسے ڈانٹتی تھی اوراسے کبھی کبھار کمرے میں بند کر دیتی۔کبھی کھانا نہ دیتی تو کبھی کوئی اور پابندی۔نولان چپ چاپ سب سہتا رہا۔اس نے اپنے باپ سے ویلما کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔وہ اپنے باپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ویلما کی اپنی کوئی اولاد نہ ہوئی تو اس بات کا بدلہ اس نے نولان سے لیا۔وہ اپنی ساری تلخی اس پہ نکالتی تھی۔اسے لگتا تھا کہ اسی نے بددعا کی ہے کہ ویلما بے اولاد رہے جبکہ نولان تو ان سب باتوں سے ناواقف تھا۔ویلما کی وجہ سے نولان زیادہ وقت گھر سے باہر رہنے گا مگر ویلما کو یہ بات بھی قابلِ اعتراض لگتی تھی۔جب شام کو اس کا باپ گھر آتا تو ویلما کا رویہ اچانک ہی بہت خوشگوار ہو جاتا تھا۔نولان کو اس کی اداکاری کی سمجھ تو آ گئی تھی مگر وہ اس کا اصل روپ اپنے باپ کے سامنے نہ لا سکا۔پھر جب اس کی کالج کیپڑھائی مکمل ہوئی تو مسٹر آرتھر کی طبیعت خراب رہنے لگی۔وہ اکثر کام پہ نہ جا پاتے تھے۔اس وقت نولان بیس کا ہندسہ پار کر چکا تھا۔اس دوران ہی ویلما کا اصلی چہرہ اس کے باپ کے سامنے آیا تھا۔وہ نولان کو اکثر خاموش پاتے تھے،جس کی وجہ انہیں اب سمجھ آئی تھی۔ویلما نے شروع میں ان کی خدمت کی مگر جب ان کی صحت میں کوئی تبدیلی نہ آئی تو وہ ان سے چڑنے لگی۔بات بات پہ انہیں بیماری کا طعنہ دیتی تھی۔اس سے اپنے بیمار شوہر کا کام نہیں ہوتا تھا۔مسٹر آرتھر کی بیماری کے بعد اس کی ساری دلچسپی ان میں ختم ہو گئی تھی۔واحد چیز جو اسے ان کے ساتھ جوڑے رکھتی تھی وہ دولت تھی۔دولت.....

مسٹر آرتھر بہت امیر آدمی تھے۔فورکس میں ان کا اچھا بزنس تھا۔ان کی بیماری کے دوران،ویلما اندر ہی اندر ان کے مرنے کا انتظار کرنے لگی۔ان کی موت کے بعد ہی اسے دولت ملنی تھی۔اس کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ مسٹر آرتھر کا گلا گھونٹ دے۔کل کا مرتا آج مرے۔اس کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ نولان تھا۔نولان کا حصہ زیادہ تھا۔لالچ انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔

دوسری طرف نولان اپنے باپ کے بہت قریب ہو گیا تھا۔وہ ان کے سارے کام کرتا تھا۔ان کی بیماری کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنی تعلیم چھوڑ دی تھی اور بزنس سنبھالنا شروع کر دیا تھا۔اپنے باپ کی غیر موجودگی میں اس نے ان کی کرسی بہت اچھے طریقے سے سنبھالی تھی۔اس کا باپ نولان سے بہت خوش تھا۔انہوں نے نولان سے ویلما کے بارے میں کئی بار معافی بھی مانگی تھی کہ انہیں یہ غلطی نہیں کرنی چاہئے تھی۔نولان ان کی بات سن کر ہمیشہ آگے سے ہنس دیا کرتا تھا۔وہ اپنے بیمار باپ کو مزید کوئی پریشانی نہیں دینا چاہتا تھا۔

ہسپتال میں میری بینسن کو دیکھ کر اس نے اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔میری کوئی بہت زیادہ خوبصورت نہیں تھی مگر اس میں کشش تھی۔نولان نے اس کشش کو محسوس کر لیا تھا۔اس کے بعد جب وہ اس کے گھر آئی اور جس طرح سے اس نے مسٹر آرتھر کی خدمت کی تھی،نولان کے دل میں اس کے لیے مزید جگہ بن گئی تھی۔نولان نے ویلما کے سامنے تو اعتراف کر لیا تھا۔اس کے بعد اس نے اپنے باپ سے بات کی تو وہ بہت خوش ہوئے تھے۔انہیں بھی میری اچھی لگتی تھی۔وہ چاہتے تھے میری ان کے ساتھ ہی رہے۔یہ خبر سن کر ویلما کی پریشانی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔

نولان نے میری سے شادی کی بات کی تو میری نے سوچنے کا وقت مانگا۔لیزا نے اسے جلدی حامی بھرنے کا کہا۔میری سوچ میں

پڑ گئی اور پھر اس نے سنجیدگی سے اس بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ ایسے اسے ایک مضبوط سہارا مل رہا تھا۔ شادی کسی نہ کسی سے تو کرنی ہی ہے تو نولان سے کیوں نہیں ہو سکتی؟ اس کے دل نے اسے کہا اور پھر اس نے نولان کا انتخاب کر لیا تھا۔ پھر ایک دن مسٹر آرتھر نے میری سے اس بارے میں بات کی تو وہ مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ اس کی رضامندی کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

ایک ہفتے کے چھوٹے سے عرصے میں میری بینسن ایک ادنی سی نرس سے مسز نولان جیکسن بن کر اس گھر میں رہ رہی تھی۔ اب وہ کمرہ واقعی اس کا تھا۔ اس کا اور نولان کا.....

وہ دونوں بے حد خوش تھے۔

☆☆☆☆☆

ہسپتال میں معمول کی گھما گھمی تھی۔ وہ سفید کوٹ پہنے، لیزا کے ساتھ ایک کمرے سے باہر نکلی۔ راہداری سے گزرتے ہوئے وہ ہسپتال کی پچھلی طرف بنے کمروں میں آ گئیں۔ وہ لیزا کا کمرہ تھا۔ لیزا نے کھڑکی کھولی تو سورج کی سنہری کرنیں اچھل اچھل کر اندر قدم رکھ رہی تھیں۔ لیزا نے بلب جلانا غیر ضروری سمجھا اور میری کے ساتھ ہی پلنگ پہ آ بیٹھی۔ کمرے میں تین پلنگ اور تھے۔ ان میں سے ایک میری کا تھا مگر جب سے وہ یہاں سے گئی تھی تو اس کی جگہ ایک اور نرس نے لے لی تھی۔ وہ اب یہاں جاب تو نہیں کرتی تھی مگر ڈاکٹر کو جب بھی اس کی ضرورت ہوتی تو وہ اسے پیغام بھیج کر بلوا لیا کرتے تھے۔ اس کی شادی کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

''اور سناؤ۔ شادی شدہ زندگی کیسی گزر رہی ہے؟'' لیزا نے سوال کیا۔

''بہت اچھی۔ نولان میرا بہت خیال رکھتا ہے۔ ویلما کی حرکتیں ویسی ہی ہیں۔ میں کبھی کبھی اسے منہ توڑ جواب دے دیتی ہوں۔ پتا نہیں کیا مسئلہ ہے اس عورت کا۔ کتنی ڈھیٹ ہے۔'' بات شروع کرتے وقت اس کا موڈ خوشگوار تھا مگر ویلما کا ذکر کرتے ہی اس کے لہجے میں اکتاہٹ کا عنصر نمایاں ہو گیا۔

''اسے دفع کرو۔ نولان ٹھیک ہے تمہارے ساتھ، بس یہی کافی ہے۔'' لیزا نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

''صحیح کہا۔'' اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔

دفعتاً ہلکی سی دستک کے ساتھ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک لڑکا اندر آیا۔ وہ ڈاکٹر کا سپاٹ بوائے تھا۔ لیزا اور میری اسے جانتی تھیں۔

''ڈاکٹر صاحب آپ دونوں کو بلا رہے ہیں۔'' اس نے اطلاع دی اور دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

''چلو.....'' لیزا اٹھی۔ میری نے اس کی تائید کی۔

تھوڑی دیر بعد وہ ڈاکٹر کے آفس میں تھیں۔ وہاں ایک اور ڈاکٹر بھی موجود تھیں۔

''تم لوگوں کو انہیں اسسٹ کرنا ہے۔'' ڈاکٹر نے ان دونوں سے کہا۔

''یہ بہت اچھی نرسز ہیں۔ میرے ہر آپریشن میں میرے ساتھ ہی ہوتی ہیں۔'' ڈاکٹر اب لیڈی ڈاکٹر سے مخاطب تھے۔

لیڈی ڈاکٹر نے دونوں کو ساتھ چلنے کا کہا اور راستے میں ہدایات دیتی رہیں۔ کسی اور ڈاکٹر کے ساتھ یہ ان کا پہلا آپریشن تھا اور میری کا آخری.....

☆☆☆☆☆

میری نے ہسپتال جانا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اکثر بیٹھ کر روتی رہتی تھی۔ اسے کوئی بات خوف دلاتی تھی۔ نولان نے اسے ہسپتال جانے سے منع کر دیا تھا۔ وہ اب گھر پہ ہی رہتی تھی۔ وہ مسٹر آرتھر کا خیال اسی طرح رکھتی تھی مگر رات کو وہ روتی ضرور تھی۔ نولان نے بارہا اس سے وجہ دریافت کی تھی مگر وہ ہمیشہ یہی کہتی کہ وہ ڈر جاتی ہے۔ اس نے ہسپتال میں اپنی آنکھوں کے سامنے ایک انسان کو مرتے دیکھا تھا۔ وہ تب سے ہی سہم گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد ہلکے پڑ گئے تھے۔ وہ اکثر راتوں کو جاگتی رہتی تھی۔ نولان نے اس کا بہت ساتھ دیا تھا۔ وہ اسے مصروف رکھنے کے لیے مختلف کتابیں لا کر دیتا۔ وہ اکثر اسے اپنے ساتھ واک پہ لے جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ میری کے اندر سے یہ ڈر ختم ہوتا گیا۔ اس سب میں دو تین ماہ لگ گئے تھے مگر نولان نے اس کا بہت ساتھ دیا تھا جس کی وجہ سے وہ جلدی نارمل ہو گئی تھی۔

لیزا اب دوسرے شہر چلی گئی تھی۔ اس کا ماریہ سے رابطہ تقریباً ختم ہی ہو چکا تھا۔

چاند کبھی کم ہوتا.....کبھی بڑھ جاتا.....

سورج کبھی طلوع ہوتا.....کبھی غروب ہو جاتا.....

رات کبھی لمبی ہوتی.....کبھی چھوٹی.....

دن کبھی بڑے ہوتے.....کبھی چھوٹے.....

لمحے.....پل.....دن.....رات.....ہفتے.....ماہ.....سال.....

سب بیتتے گئے.....

اس کی زندگی چھ سال آگے بڑھ گئی.....

''نولان..... چھ سال گزر گئے ہیں۔ ہماری ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہے۔'' وہ اپنے کمرے میں ہی تھی۔ نولان اس کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھا تھا۔ کمرے میں بلب روشن تھا جس سے منظر واضح تھا۔

''کوئی بات نہیں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو کافی ہیں۔'' اولاد کی خواہش اسے بھی تھی مگر وہ میری سے اتنی محبت کرتا تھا کہ اسے کسی بھی بات سے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا میری اس بارے میں بہت پریشان رہتی تھی مگر نولان نے کبھی اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ وہ جانتا تھا اس میں میری کا یا اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اسی لیے جب بھی میری اس بارے میں کوئی بات کرتی تو نولان آگے سے اسے یہی جواب دیتا۔

''آخر کب تک.....'' وہ روہانسی ہوئی۔

نولان نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ ''ساری زندگی بھی.....بس تم میرے ساتھ رہو۔'' اس کے لہجے میں اتنی محبت تھی کہ

میری کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''نہیں نولان۔ہم ایسے نہیں رہ سکتے۔ چھ سال ہو گئے ہیں۔ چھ سال.....میں سوچ سوچ کہ تھک چکی ہوں۔میں.....''اس کی آواز بلند ہوگئی تھی۔نولان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر اس نے اپنے چہرے کو چھپالیا۔

نولان کو بہت دکھ ہوا تھا۔وہ اس کی حالت سمجھ سکتا تھا۔

''مجھے میرے کسی گناہ کی سزا ملی ہے شاید۔میں.....میں اتنی بری ہوں.....''وہ رو رہی تھی۔نولان نے اسے رونے دیا۔یہ پہلی بار تھا جب میری اس طرح رو رہی تھی۔

''میری.....اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔یہ.....'' کچھ دیر خاموشی کی نذر کرنے کے بعد نولان نے کہا۔

''یہ کیا.....کیا؟ یہی ہے۔میں اتنی بری لڑکی ہوں کہ مجھے اولاد نہیں مل رہی۔میں.....مجھے معاف کر دو نولان۔تم دوسری شادی کرلو۔میں.....میں تمہیں اولاد نہیں دے سکتی۔میں.....''وہ بلک پڑی۔وہ جانتی تھی کہ وہ بہت ہمت سے یہ الفاظ کہہ رہی تھی۔

نولان کو اس کی بات سن کر حیرت ہوئی۔''کیسی باتیں کر رہی ہو میری؟ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔میں.....تمہاری جگہ کسی کو بھی نہیں دے سکتا۔''اس نے کہا اور میری کے آنسو صاف کیے۔

رات زیادہ ہو رہی تھی۔

''اچھا اب ریلیکس کرو۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔''نولان نے اسے کہا تو وہ چپ کر گئی۔آنسو صاف کرنے کے بعد وہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔

''ہم کسی ڈاکٹر کے پاس جاسکتے ہیں۔''میری کا رخ نولان کی طرف تھا۔اس نے ہنوز نولان کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

''ہرگز نہیں.....اگر ہمارے حصے میں اولاد لکھی ہے تو ہمیں کسی بھی علاج کے بغیر ہی مل جائے گی۔تم بس خود کو نارمل رکھو۔''نولان آخر میں مسکرایا۔میری کے پاس مزید کوئی جواب نہیں تھا۔اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

نولان نے بلب بجھا دیا۔

☆☆☆☆☆

مسٹر آرتھر کی صحت پھر سے خراب رہنے لگی تھی۔میری پہلے ہی کی طرح ان کا خیال رکھتی تھی مگر ان کی صحت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔میری نے ڈاکٹر کو گھر بلایا۔اس کے انچارج ہی ان کا علاج کر رہے تھے۔ڈاکٹر نے انہیں صاف صاف بتا دیا تھا کہ شاید یہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکیں۔پھر.....وہی ہوا۔

دو ماہ بعد ہی وہ دنیا سے چلے گئے۔

ویلما کو ان کی موت سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔وہ تو جیسے انتظار کر رہی تھی۔نولان اور میری کی آنکھیں اشکبار تھیں مگر ویلما کی آنکھ میں ایک بھی آنسو نہ تھا۔اس کی ساری دلچسپی ان کی چھوڑی ہوئی دولت میں ہی تھی۔اس کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ

دونوں ہی تھے۔ وہ ان دونوں کا پتہ صاف کر کے ساری دولت ہتھیانا چاہتی تھی۔ بیوہ ہونے کے بعد وہ جیسے آزاد ہوگئی تھی۔ ہر وقت بن ٹھن کے گھر سے باہر جاتی رہتی۔ اس نے کافی نئی سہیلیاں بنالی تھیں۔ وہ اپنی دولت کا کھلم کھلا اظہار کرتی تھی۔ نولان اور میری کو اس کی زندگی سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ یہاں اس لیے رہ رہی تھی کہ اس گھر کی آدھی ملکیت اس کے پاس تھی اور آدھی نولان کے پاس..... یہی وہ مجبوری تھی جس کی وجہ سے وہ دونوں اسے برداشت کر رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

اس دن میری بینسن بہت خوش تھی۔

اسے زندگی میں رنگ نظر آنے لگے تھے۔ اسے پہلی بار پھول اچھے لگ رہے تھے۔ وہ لان میں بیٹھی پودوں کو دیکھ رہی تھی۔ اسے پھولوں کے مختلف رنگ بہت اچھے لگ رہی تھے۔ وہ اٹھی اور ایک پھول توڑ کر اپنے بالوں میں لگالیا۔ اس کے چہرے پہ خوشی کے اثرات بہت واضح تھے۔ وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔

''تمہیں کیا ہوا ہے؟'' ویلما کہیں جانے کے لیے، نک سک سے تیار اندر سے باہر نکلی اور لان میں میری کو مسکراتا دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

''کچھ بھی نہیں.....'' میری نے اسے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔

''تو پاگل ہو جو ایسے ہنستی جا رہی ہو؟''

''ویلما پلیز یہاں سے چلی جاؤ۔ میں مزید تمہاری بکواس نہیں سننا چاہتی۔ آج میرا موڈ بہت اچھا ہے۔'' وہ اب اس کا لحاظ بالکل نہیں کرتی تھی۔ ویلما اس کی بات کا جواب ضرور دیتی مگر باہر گاڑی کے ہارن نے اس کی زبان کو چلنے سے روک دیا تھا۔ گاڑی میں اس کی کوئی دوست اسے لینے آئی تھی۔

میری کی توجہ پھر سے پھولوں پہ مبذول ہو چکی تھی۔

سارا دن نولان کا انتظار کرتے ہوئے گزرا۔ اس کے آنے سے آدھ گھنٹہ پہلے وہ سنگھار میز کے سامنے جم کر بیٹھ گئی۔ اپنی شادی کا جوڑا اس نے زیبِ تن کر رکھا تھا۔ جوڑا اسفید رنگ کا تھا۔ اس نے لال سرخی لگالی تھی۔ گلے میں بہت خوبصورت موتیوں کا نیکلیس تھا۔ کانوں میں اسی کیساتھ کے آویزے لٹک رہے تھے۔ ہاتھوں میں بھی چوڑیاں تھیں۔ وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سفید فراک کو مزید پر کشش بنانے کے لیے اس نے سرخ اسٹالر پیچھے سے لا کر دونوں بازوؤں میں پھنسالیا تھا۔ چہرے پہ ہلکا سا میک کر کے وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔

نولان کے پاس گھر کی چابی تھی۔ وہ اندر آیا اور اپنے کمرے میں کسی کو نہ پا کر وہ حیران ہوا۔ وہ جانے ہی لگا جب میری نے لائٹ جلادی۔ وہ اس کے ساتھ کھڑی تھی۔

''سرپرائز.....'' اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ نولان کو اس کا انداز بدلا بدلا سا لگا تھا۔ وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ آج بھرپور طریقے سے تیار ہوئی تھی۔ کوئی بھی کسر باقی نہیں تھی۔

''یہ سب.....''

''ابھی نہیں۔ پہلے ہم کینڈل لائٹ ڈنر کریں گے۔''اس نے نولان کو کچھ بھی بولنے سے روکا۔ وہ چپ کر گیا۔

فریش ہو کر وہ باہر آیا تو میری نے کمرے میں ہی میز پہ ڈنر لگا دیا تھا۔ لائٹ اس نے بجھا دی تھی اور میز کے وسط میں رکھی موم بتی کا دھاگہ جلایا تو میز کے گرد روشنی کا ایک دائرہ سا بن گیا تھا۔ میری کرسی پہ پہلے سے ہی براجمان تھی۔ نولان بھی کپڑے بدل چکا تھا۔ وہ آ کر میری کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ نولان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو میری نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ دونوں ایک دوسرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ کتنی ہی دیر ایک دوسرے کو ایسے ہی دیکھتے رہے۔ ان کی شادی کے بعد پہلی بار ہی ایسا ہوا تھا۔

''تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو میری۔''اس نے کہا۔

''جانتی ہوں۔''وہ ایک ادا سے مسکرائی۔

''آج تمہارے چہرے پہ بہت رونق ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟''نولان اصل بات کی طرف آیا تھا۔

''ہم.....ہم دونوں مکمل ہونے والے ہیں۔ میں ایکسپیکٹ کر رہی ہوں۔''اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔ نولان نے خواشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ بھی اس پل بہت خوش تھا۔ اس کی خواہش بھی تو پوری ہونے جا رہی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔ اس کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آ گئے۔ اس کی دعا سن لی گئی تھی۔ وہ اتنے عرصے سے یہی دعا مانگ رہا تھا۔

''میں.....میں اتنی خوش ہوں نولان کہ میں بتا نہیں سکتی۔ میں.....میں جیسے ہواؤں میں اڑ رہی ہوں۔''میری اوپر دیکھ کر بات کر رہی تھی جیسے وہ خود کو ہواؤں میں اڑتا دیکھ رہی ہو۔

''یہ.....احساس کتنا زندگی بخش ہے۔''

''ہاں.....واقعی.....''نولان نے کہا اور پھر وہ اس نئی زندگی کے حوالے سے نئے نئے خواب بننے لگے تھے۔ وہ ایک دوسرے میں ہی مکمل ہونے والے تھے۔ ان کی محبت کو ایک نئی سیڑھی مل گئی تھی۔

ہنستے.....مسکراتے.....نئے خواب بنتے.....وہ اس پل کو بھرپور طریقے سے جی رہے تھے۔

انہیں اس بات کی قطعاً خبر نہیں تھی کہ یہ خوشی ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہے گی۔ زندگی ایسے پلٹا کھائے گی.....اس بات کا انہیں ہرگز اندازہ نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆

وہ رات گئے اٹھا۔ میری اس وقت سو رہی تھی۔ بغیر کوئی شور کیے وہ باتھ روم میں گھسا۔ جب وہ باہر آیا تو اس کے ہاتھ منہ دھلے ہوئے تھے۔ وہ منہ میں کچھ پڑھ رہا تھا۔ سائڈ لیمپ جلا کر اس نے ایک طرف رکھا۔ اپنی الماری سے جائے نماز نکالا اور نماز شروع کر دی۔ نماز کے بعد وہ دعا کرنے لگا۔ وہ اپنے رب کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس نے ان دونوں کو اولاد کی خوشی سے نوازا ہے۔

وہ فارغ ہو کر جائے نماز سمیٹ رہا تھا۔

''یہ کیا کر رہے ہو تم؟'' میری نے سوال کیا۔ اسے امید نہیں تھی کہ میری جاگ جائے گی۔ اس نے نولان کو ساری نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ وہ اس کے لیے نئی چیز تھی۔ نولان بہت آہستہ سے نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ پرسکون دکھائی دے رہا تھا۔ میری پہ ایک سحر طاری ہو گیا۔ وہ اسے دیکھتی گئی۔ اسے اچھا لگ رہا تھا، وہ جو بھی کر رہا تھا۔

''میں نماز پڑھ رہا تھا۔'' اب چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

''کیا.....؟'' میری کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

وہ چلتا چلتا اس تک آیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ''میری..... میں..... مسلمان ہوں۔ میں نے اپنا مذہب بدل لیا ہے۔''

میری کے سر پہ بم پھوٹا تھا۔ ''کیا؟ پر.....''

''مجھے یہ مذہب اچھا لگا ہے۔ میں اسے اپنا چکا ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے تو میں کچھ نہیں کر سکتا مگر..... میں اب اس سب سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ میں اسے دل سے تسلیم کر چکا ہوں۔'' اس نے بتایا۔ میری کو اس کا انداز عجیب لگا تھا۔ وہ کچھ نہ بولی اور واپس لیٹ گئی۔

پھر اگلے کئی ماہ وہ اسے ایسے ہی روزانہ رات کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتا دیکھتی رہی۔ وہ دن میں بھی نماز پڑھتا تھا۔ وہ اسے جب بھی منع کرتی تو نولان آگے سے کچھ بھی نہ کہتا۔ پھر اس نے منع کرنا چھوڑ دیا تھا۔ نولان کے رویے میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ اسی طرح اس کا خیال رکھتا تھا۔ نولان نے اسے کہہ دیا تھا کہ یہ اس کی پرسنل چوائس ہے۔ میری نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ میری کے رویے میں کچھ تبدیلی آ گئی تھی جو ایک فطری عمل تھا مگر نولان ویسا ہی رہا۔

جب جب وہ نماز پڑھتا تھا میری اسے دیکھتی ہی رہتی تھی۔ وہ ایک پل کو بھی اس سے نظریں نہیں ہٹا پاتی تھی۔ نولان کے چہرے پہ جو اطمینان ہوتا تھا وہ اسے بہت بھلا لگتا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ دیکھا۔ وہ مطمئن نہیں تھا۔ میری کبھی بھی مذہبی نہیں رہی تھی۔ وہ کسی خدا کو نہیں مانتی تھی ہاں بس اسے اس بارے میں تھوڑا بہت علم تھا پھر..... اس نے ایک دن نولان سے پوچھ ہی لیا۔

''خدا کون ہوتا ہے؟''

نولان کو لگا اسے آج سے پہلے کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے میری کو بہت مطمئن جواب دیا تھا۔ اس نے جو بھی بات کی تھی وہ دلائل پہ کی تھی۔ اس کی ساری باتیں میری کے دل میں اتر رہی تھیں۔

نولان نے اس کے سامنے قرآن کی آیات پڑھیں تو خدا کے بارے میں اس کا جو کانسیپٹ تھا، وہ رد کر دیا گیا۔ اسے احساس ہوا خدا ایک ہی ہو سکتا ہے۔ وہ اس کی باتیں مان رہی تھی۔ نولان کے چہرے پہ بے حد خوشی تھی۔

''مجھے اس کتاب کو پڑھنا سکھاؤ زبیر۔ مجھے اسے پڑھنا سکھاؤ۔'' اس نے نولان کو روتے ہوئے کہا۔ نولان نے اپنا نام خود ہی بدل کر زبیر رکھ دیا تھا۔

میری نے دل کی تمام گہرائیوں سے اسلام کو اپنا دین اور ضابطہ حیات چن لیا تھا۔ اس کے علاوہ زبیر نے اسے اسلام کے بارے میں بنیادی باتیں بتا دی تھیں۔ اس نے اس پہ کوئی بوجھ نہیں ڈالا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اسے ہر بات سے آگاہ کرے گا۔ ابھی تو وہ خود بھی سیکھ

رہا تھا۔

''تمہارا نام..... ماریہ..... ماریہ کیسا نام ہے؟'' زبیر نے اسے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسے اپنا نیا نام اچھا لگا تھا۔

''بہت اچھا۔'' وہ رو رہی تھی۔

''ماریہ زبیر۔'' زبیر نے کہا تو وہ مسکرا دی۔ اسے پسند آیا تھا۔ زبیر کو لگا جیسے اسے سب کچھ مل گیا ہو۔

☆☆☆☆☆

سارہ نیان کی زندگی میں قدم رکھ دیا تھا۔ ماریہ کو اپنا آپ مکمل ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ زبیر نے اس سارے عرصے میں اس کا بہت خیال رکھا تھا۔ وہ ایک ایک پل کو جی کر آئے تھے۔ زبیر نے خود اس کے کان میں اذان دی تھی۔

ماریہ کی ساری توجہ اب سارہ پہ ہی ہوتی تھی۔ اس نے سارہ سے متعلق بہت سے خواب دیکھ رکھے تھے۔ اس کے کپڑے..... جوتے..... کھلونے..... اور ہر چیز وہ دونوں خود جا کر خریدتے تھے۔ سارہ نے ان دونوں کی زندگی کو بہت بدل دیا تھا۔ ماریہ تو اسے دیکھ دیکھ کر جیتی تھی۔ زبیر بھی ان دونوں سے بہت پیار کرتا تھا۔ وہ اکثر صرف سارہ سے ملنے آفس سے جلدی گھر آ جاتا تھا۔ کبھی کبھی وہ دوپہر کو بھی چکر لگا لیا کرتا تھا۔ ماریہ نے اس سے پہلے زبیر کو کبھی ایسا کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک مکمل فیملی بن چکے تھے۔ زبیر بے شک شام کو تھکا ہوا آتا تھا مگر سارہ کو سیر کروانے وہ باہر ضرور لے جاتا تھا۔ سارہ جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی وہ اس کے اور قریب ہو گیا تھا۔ ماریہ اس کی بہت اچھی طرح تربیت کر رہی تھی۔ اسے ہر اچھی بری چیز کے بارے میں بتاتی تھی۔ اس کا انداز اتنا سادہ ہوتا تھا کہ سارہ کو اس کی باتیں جلدی سمجھ میں آ جاتی تھیں۔ زبیر بھی ماریہ کی تربیت کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس سے خوش تھا۔ زندگی مکمل مکمل لگنے لگی تھی۔

سارہ شروع سے ہی ذہین بچی تھی۔ ماریہ نے اسے گھر میں ہی کچھ کتابیں پڑھوا دی تھیں جو شروع کی کلاسوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ وہ چھ سال کی ہو چکی تھی۔ اگلے سال سے اس کا سکول تھا مگر ماریہ نے اسے کافی کچھ سمجھا دیا تھا۔

''ماما، مجھے پہاڑ بہت پسند ہیں۔'' ایک دن وہ اپنا کام کر رہی تھی جب کتاب پہ بنی پہاڑ کی تصویر دیکھ کر اس نے ماریہ سے کہا۔

''اوہ اچھا.....'' وہ بھی اپنا کوئی کام کر رہی تھی۔

''یہاں سے پہاڑ نظر آتے ہیں مگر..... ہم کبھی وہاں گئے ہی نہیں۔ کیا ہم پہاڑ پہ نہیں جا سکتے؟'' ماریہ کے کام کرتے ہاتھ رک گئے۔ اس نے مسکرا کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔ وہ اس کی کل کائنات تھی۔

''جا سکتے ہیں۔ یہ جو پہاڑ چھت سے نظر آتے ہیں وہ زیادہ دور نہیں ہیں۔ ہم وہاں جا سکتے ہیں۔ اپنے بابا سے بھی کہنا کہ وہ ہمیں وہاں لے کر جائیں۔'' ماریہ کی بات پہ وہ بہت خوش ہوئی۔

رات کو اس نے زبیر کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

''ڈیڈ..... کیا ہم پکنک پہ جا سکتے ہیں؟''

''ضرور..... مگر سنڈے کو۔'' زبیر کی بات پہ وہ بہت خوش ہوئی۔

☆☆☆☆☆

کچھ ہی دنوں بعد وہ اپنی قیامت کی طرف بڑھ رہے تھے۔

دوپہر بہت سہانی تھی۔موسم میں خوشگواریت تھی۔ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔پہاڑوں پہ لگے درختوں کے پتے ہلکی ہوا میں بھی جھول رہے تھے۔وہ انہی درختوں کے درمیان بنی کچی سڑک سے ہی یہاں آئے تھے۔ماریہ زبیر کے ساتھ آگے بیٹھی تھی۔دونوں کی کل کائنات پیچھے بیٹھی تھی جو وقتاً فوقتاً آگے کو جھانکتی اور سائڈ مرر سے دیکھنے کی بجائے سامنے سے سارے منظر کو دیکھ رہی تھی۔راستہ بہت خوبصورت تھا مگر اچھا نہیں۔درختوں کے درمیان بنی سڑک ویسے بھی بہت خوبصورت ہوتی ہے۔

''ہم وہاں جا کر بہت کھیلیں گے۔میں اپنے ساتھ اپنے کھولنے بھی لائی ہوں۔''سارہ کی خوشی دیدنی تھی۔ماریہ اور زبیر اس کے انداز پہ مسکرا دیے۔

''ہاں ضرور۔''زبیر نے ہاتھ پیچھے کر کے اسے پیار کیا۔وہ ان دونوں کی سیٹوں کے درمیان تھی۔

کچی سڑک ختم ہوئی تو پہاڑوں کا منظر واضح ہوا۔سامنے کھڑے بڑے بڑے، ہریالی سے بھرپور پہاڑ آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ایسے مناظر دیکھ کر انسان کے چہرے پہ تازگی بکھر جاتی ہے۔ماریہ اور زبیر اس تازگی کو محسوس کر رہے تھے۔

گاڑی آگے بڑھ رہی تھی۔

ماریہ نے لاشعوری طور پہ دائیں طرف دیکھا تو اسے کسی عمارت کے اوپر بنا صلیب کا نشان بہت واضح نظر آیا تھا۔ماریہ نے اسے نظر انداز کیا تھا۔اس کا رخ اب سامنے تھا۔وہ پہاڑ کے ٹیڑھے میڑھے راستوں کو دیکھ رہی تھی۔

تھوڑا آگے جا کر زبیر نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔فیصلہ ہوا کہ وہیں رکنا ہے۔وہ جگہ راستے کی ایک طرف تھی یعنی ایک طرف راستہ تھا اور دوسری طرف کھائی۔زبیر نے گاڑی میں سے چٹائی نما کپڑا نکالا اور وہیں بچھا دیا۔ماریہ کھانے کے ڈبے لا کر اس پہ رکھنے لگی۔سارہ اپنے کھلونوں کے ساتھ وہیں، ان سے ذرا فاصلے پہ کھیل رہی تھی۔ماریہ کھانا نکالنے لگی۔زبیر آس پاس سے پتھر ہٹا رہا تھا۔

سارہ کی ساری توجہ اپنے کھلونوں پہ تھی۔دفعتاً اس کے کھلونے پہ ایک تتلی آ کر بیٹھ گئی۔سارہ اس کے رنگوں میں کھو سی گئی۔ماریہ نے مڑ کر اپنی بیٹی کو دیکھا۔سارہ مسکرا رہی تھی۔وہ تتلی کو دیکھ رہی تھی۔اس کی مسکراہٹ کتنی میٹھی تھی۔ماریہ اس کی مسکراہٹ پہ واری جا رہی تھی۔

سارہ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا مگر تتلی کو اندازہ ہو چکا تھا، اسی لیے وہ اڑ گئی۔سارہ نے اپنے کھلونے چھوڑے اور تتلی پکڑنے کے لیے آگے بڑھ گئی۔وہ اس بات سے انجان تھی کہ آگے راستہ ختم ہو جاتا ہے۔اس کی نظریں تتلی پہ تھیں۔وہ اس سے اوپر تھی۔اس نے نیچے نہ دیکھا اور اس کا پاؤں.....وہ.....لمحے بھر کے لیے ہوا میں معلق رہا.....اور.....اس کے گلے سے.....دل خراش چیخ نکلی۔وہ نیچے گر چکی تھی۔

ماریہ اور زبیر نے اس کی چیخ سنی تھی مگر.....اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی۔وہ نیچے گر چکی تھی۔ماریہ نے اپنی آنکھوں سے اسے نیچے گرتے دیکھا تھا۔وہ تڑپ اٹھی تھی۔وہ بھاگتی ہوئی آگے آئی مگر.....وقت نے اسے وقت ہی نہیں دیا تھا کہ وہ اسے پکڑ لیتی۔

''سارہ.....'' وہ حلق کے بل چیخی۔ زبیر بھی اس تک آیا۔ اس کے اوسان بھی خطا تھے۔ ماریہ چیخ رہی تھی۔

''سارہ.....سارہ.....'' وہ نیچے بیٹھتی گئی۔ اس کے ہاتھوں سے وہ ریت کی طرح ہی تو پھسلی تھی۔ اسے دیر ہو چکی تھی۔ وہ جا چکی تھی۔ وہ ان سے دور جا چکی تھی۔ وہ اسے اب کبھی دوبارہ نہیں دیکھ سکے گی۔ وہ جیتے جی مر چکی تھی۔

''سارہ.....'' ماریہ کی چیخوں سے پرندے اڑ رہے تھے۔ اس کی چیخ میں اتنی تکلیف تھی کہ وہ آسمان توڑ سکتی تھی۔

زبیر کی نظریں ساکت تھیں۔ وہ حیرت سے سامنے ہی دیکھ رہا تھا۔ ایک پل میں اس کے ساتھ ہو کیا گیا ہے؟ کیا وہ سارہ تھی؟ کیا وہ گر چکی ہے؟ کیا وہ اسی کی بیٹی تھی؟ کیا وہ.....کیا.....وہ.....سارہ.....سارہ.....تھی؟ نہیں.....نہیں.....اس کا دل چیخ چیخ کر اس کے خیال کی نفی کر رہا تھا مگر.....آنکھیں.....وہ اس منظر کو جھٹلا نہیں سکتی تھیں۔ ہاں.....وہ سارہ ہی تھی۔ سارہ.....ان کی سارہ.....ان کی کل کائنات.....ان کی زندگی کی بہار.....سارہ.....

گھٹنوں کے بل بیٹھی ماریہ نے اپنا چہرہ پکڑ لیا۔ وہ اپنے چہرے کو انگلیوں سے دبا رہی تھی۔ وہ بھی زبیر کی طرح یقین نہیں کرنا چاہتی تھی مگر.....آنکھیں.....وہ اندھی نہیں تھی۔

وہ ہنوز چیخ رہی تھی۔ آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

یہ سب کیا ہو گیا تھا؟ وہ تو یہاں پکنک منانے آئے تھے۔ وہ سارہ کو خوش کرنے آئے تھے مگر.....اوہ سارہ.....وہ اب انہی پہاڑوں میں کہیں بہت دور کھو چکی تھی۔ دور..... جہاں وہ تو جا نہیں سکتے تھے..... جہاں سے وہ واپس بھی نہیں آ سکتی تھی۔

زبیر کے حواس کام کرنے لگے تو وہ ماریہ کے ساتھ ہی نیچے بیٹھ گیا۔ زبیر نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ ماریہ رو رہی تھی۔ بلک رہی تھی اور زبیر.....اس کی آنکھوں میں اب آنسو آئے تھے۔ وہ ماریہ کو اپنے ساتھ لگائے دبی آواز میں رو رہا تھا۔

''ہم.....نیچے.....نہیں.....جا سکتے زبیر.....؟'' ماریہ نے تڑپتے ہوئے کہا۔

''ہم وہاں کیسے.....جا سکتے ہیں ماریہ؟'' زبیر نے آنکھیں بند کیں تو آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر ماریہ کے سر پہ گر گئے۔ وہ دونوں ایسے ٹوٹے تھے کہ جڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ان کے حصے کر چی کر چی ہو چکے تھے۔ کوئی انہیں جوڑ نہیں سکتا تھا۔ وہ خود بھی نہیں۔ سب کچھ اتنی جلدی ہوا تھا کہ.....

ذہن مفلوج ہو چکا تھا۔

زبیر یہاں پہلے بھی کئی بار آ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا اس طرف نیچے جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور اس کی گہرائی بھی بہت زیادہ ہے۔ وہ گہرا جنگل تھا۔ اوپر سے نیچے دیکھو تو سوائے جھاڑیوں اور درختوں کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ ماریہ اور وہ ایک دوسرے کو کیا کہتے؟ وہ یوں ہی تڑپ تڑپ کر روتے رہے۔

اور اس وقت.....نیچے سے بھیڑیا غرّایا اور.....ماریہ کی جان حلق میں آ گئی۔

''نہیں.....نہیں.....'' وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ زبیر کی حالت بھی اسی طرح کی تھی مگر.....وہ بھی کیا کر سکتا تھا؟

وہ جانتے تھے گہرے جنگل میں بھیڑیے ہوتے ہیں۔وہ.....وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔کچھ بھی نہیں.....

وہ دونوں کتنی ہی دیر ایسے ہی بیٹھے روتے رہے پھر زبیر کو سورج غروب ہونے کا احساس ہوا۔اس نے پہلے خود ہمت کا پہاڑ اپنے اندر کھڑا کیا اور پھر ماریہ کو اٹھایا جس کی ہمت بالکل جواب دے گئی تھی۔رو رو کر اس کے آنسو ختم ہو چکے تھے۔اس کی آنکھیں اب خشک تھیں۔چہرے پہ آنسوؤں کے نشان واضح نظر آ رہے تھے۔زبیر نے اسے اٹھایا۔وہ اٹھی اور اس کے ساتھ چلنے لگی۔سارا سامان انہوں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔کھانے کو کیڑے پڑ چکے تھے.....سارہ کے کھلونے بھی اس ہولناک منظر سیا داس، وہیں پڑے رہے۔

زبیر نے ماریہ کو گاڑی میں بٹھایا۔وہ بار بار اپنے آنسو صاف کر رہا تھا۔ماریہ تو ادھ موئی ہو چکی تھی۔وہ آس پاس سے بے خبر تھی۔اسے ہوش نہیں تھی۔ان میں سے کسی ایک کو ہمت تو کرنی ہی تھی اور ایسے حالات میں ہمیشہ مرد ہی ہمت کرتا ہے کیونکہ اگر وہ بھی ہمت چھوڑ دے تو نظام کس نے سنبھالنا ہے؟اسی لیے تو اللہ نے مرد کو ایک درجہ بلند عطا کیا ہے۔

وہ نم آنکھوں سے گاڑی چلا رہا تھا۔بلآ خر گھر آ گیا تھا۔ماریہ اسی طرح بے سدھ گہری سوچ میں گم تھی۔

زبیر نے اسے گاڑی سے نیچے اتارا۔وہ چپ چاپ نیچے اتر گئی۔وہ زبیر کے سہارے ہی چل رہی تھی۔اس کے اپنے وجود میں جیسے جان ہی نہیں تھی۔رہتی بھی کیسے؟اس نے اپنے جسم کا ایک حصہ اپنی آنکھوں کے سامنے موت کے منہ میں جاتے دیکھا تھا۔ایک ماں کے لیے کرب کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

زبیر نے بھی اپنے جسم کا حصہ ہی کھویا تھا مگر.....اگر وہ ہمت نہ کرتا تو کون کرتا؟

زبیر نے دروازے پہ دستک دی تو ویلما تلملاتی ہوئی باہر آئی۔ابھی وہ کچھ کڑوا بولنے ہی والی تھی کہ ان دونوں کی اجڑی ہوئی حالت دیکھ کر چپ ہو گئی۔زبیر اور ماریہ نے اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کیا تھا۔وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ویلما، سارہ کو نہ پا کر سمجھ چکی تھی۔ویسے تو وہ ان کا خاندان تباہ ہی کرنا چاہتی تھی مگر ایک لمحے کے لیے اسے اس بچی کے لیے دکھ ہوا تھا۔اسے بچی سے کوئی خاص مسئلہ نہیں تھا۔ماریہ اور زبیر مر جاتے تو وہ اسے کسی اور فن ایج میں چھوڑ آتی مگر یہاں کہانی بالکل الٹ گئی تھی۔

زبیر نے ماریہ کو بستر پہ لٹایا۔سوچ میں گم ماریہ، موم کی طرح ہر چیز میں ڈھلتی جا رہی تھی۔جیسے زبیر کے ہاتھوں میں اس کی رسیاں ہوں اور وہ جیسے چاہے اسے چلاتا رہے۔زبیر نے وضو کیا اور دو نفل ادا کیے۔وہ نماز میں خوب رویا..... بلک بلک کر..... پھوٹ پھوٹ کر.....اتنا رویا کہ ماریہ ہوش میں آ گئی۔وہ فوراً اٹھی اور زبیر کے برابر بیٹھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔زبیر کا ضبط اب صحیح سے ٹوٹا تھا۔ماریہ کی خشک آنکھیں پھر سے اشکبار ہو گئی تھیں۔اسے اپنی ایک غلطی یاد آئی۔شاید یہ اسی کی سزا تھی۔

ویلما دروازے کی اوٹ سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔زبیر تو ایک مضبوط لڑکا تھا۔اس نے زبیر کو کبھی ایسے پھوٹ پھوٹ کر روتے نہیں دیکھا تھا۔اپنے بات کی موت پہ بھی وہ ایسے نہیں رویا تھا پر شاید.....اولاد کی تکلیف اتنی تکلیف دہ ہوتی ہے کہ اس تکلیف کے سامنے دنیا کی ساری تکلیفیں بہت چھوٹی لگتی ہیں۔

اس کے بعد ماریہ نے وضو کیا۔نماز پڑھی اور پھر وہ سو گئے۔زبیر بھی سو گیا۔ان کے لیے سونا بہت ضروری تھا۔شاید سونے سے تھوڑا

دردکم ہوجاتا مگر.....ایسا کیسے ممکن تھا؟

☆☆☆☆☆

اگلا دن بالکل ہی نیا دن تھا۔انہوں نے کبھی اس بارے میں تصور میں بھی نہیں سوچا تھا۔وہ تو سارہ کے ساتھ کئی نئے خواب بنتے تھے۔وہ اس کی زندگی میں ہر ممکن خوشی لانے کی تگ ودو کر رہے تھے۔زبیر نے اس کی ہر خواہش پوری کی تھی۔سارہ کسی پہ ہاتھ بعد میں رکھتی تھی اور وہ چیز اس سے پہلے ہی سارہ کے پاس آجاتی تھی۔

زبیر نے ناشتہ کیا اور کام پہ چلا گیا۔اس نے ماریہ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ماریہ نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔اس کے بعد ماریہ نے بھی تھوڑا سا کھانا زہر مار کر لیا تھا۔ویلما انہیں چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔اس نے ان دونوں سے کوئی بات نہیں کی تھی اور نہ ہی سارہ کے متعلق کوئی سوال کیا تھا۔ان دونوں نے بھی ویلما کو کچھ بھی بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔سارا دن ایسے ہی گزر گیا۔وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں بند تھی۔

رات کو زبیر گھر آیا تو وہ سارہ کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔

''ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی؟'' ماریہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے گیلے لہجے میں کہا۔

''موت انسان کی عمر نہیں دیکھتی۔وہ بس اپنے وقت پہ آجاتی ہے ماریہ۔'' زبیر نے کہا۔وہ خود پہ جبر کیے بیٹھا تھا۔وہ رونا نہیں چاہتا تھا۔

''پر.....''

''خاموش ہوجاؤ ماریہ۔'' زبیر نے اسے کچھ بھی کہنے سے روکا۔''میں آٹھ سال سے مسلمان ہوں۔میں نے اکثر قرآن میں پڑھا ہے کہ ''اللہ تمہیں ضرور آزمائے گا'' میں سوچتا تھا کہ یہ آزمانا کیا ہوتا ہے؟اور آج مجھے احساس ہو رہا ہے کہ آزمائش کیا چیز ہے۔اللہ ہمارے ایمان کا امتحان لیتا ہے۔انسان کے صبر کا اسی وقت پتا چلتا ہے جب اس کا کوئی پیارا اس دنیا سے جاتا ہے۔وہ تب کتنا صبر کرتا ہے؟اس وقت کیا کرتا ہے؟ یہ آزمائش ہے۔اولاد کا بچھڑنا بہت تکلیف دہ ہے۔یہی ہماری آزمائش ہے۔اب جو بھی ہوا.....اللہ کا حکم۔ہم نے اب اپنا ایمان بچانا ہے ماریہ۔اب ہمیں اپنے ایمان کو زندہ رکھنا ہے۔آزمائش دراصل ایمان کی ہی ہوتی ہے کہ مشکل حالات میں انسان اپنے ایمان کو پرندے کی طرح اڑا دیتا ہے یا سانس کی طرح اپنے اندر اتارتا ہے؟'' زبیر نے کہا تو ماریہ کو ذرا تسلی ہوئی۔اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ ایمان کی قدر کرتی تھی۔

''اللہ ہمیشہ ان کا امتحان لیتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے۔کم از کم آزمائش سے انسان کو یہ تو معلوم ہوجاتا ہے کہ اللہ اس سے کتنی محبت کرتا ہے اور اللہ انسان پہ اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔'' زبیر نے ماریہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ماریہ کے آنسو چادر میں جذب ہوگئے۔

پھر کچھ دن ایسے ہی گزر گئے۔

اداس.....غم زدہ.....افسردہ.....مگر اس دوران انہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت ضرور کی تھی۔

ایک ہفتے بعد ماریہ نے خود کو زبیر اور اپنے گھر کے لیے نارمل کرنا شروع کر دیا تھا۔اس نے زبیر سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ باہر واک کرنے چلے۔زبیر اس کی بات سن کر بہت خوش ہوا۔وہ آج دفتر نہیں گیا تھا۔ماریہ نے اپنے کپڑے بدلے۔کالے اور لال رنگ کے فراک میں وہ کافی اچھی لگ رہی تھی۔زبیر اسے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔وہ اس کی محبت تھی۔اس کی زندگی کی ساتھی تھی۔وہ دونوں باہر چلے گئے۔ویلما نے انہیں جاتے دیکھا۔اس کا دماغ کچھ بُن رہا تھا۔

ماریہ اور زبیر گھر سے نکل گئے۔وہ اپنی گلی میں ہی واک کر رہے تھے۔آس پاس کچھ اور لوگ بھی تھے۔ماریہ مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔زبیر اسے مسکراتے دیکھ کر سکون محسوس کر رہا تھا۔سورج اوپر سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''کوئی جوس پیتے ہیں۔'' ماریہ نے اچانک فرمائش کی۔

''ہاں ضرور.....یہ کارنر پہ ہی تو جوس کارنر ہے۔ہم وہاں سے ہی پی لیتے ہیں۔'' زبیر نے کہا اور وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔زبیر کے کہنے پہ دکاندار جوس تیار کرنے لگا۔ایک ایک گلاس پکڑ کر وہ ساتھ بنے بینچ پہ ساتھ ساتھ بیٹھ گئے۔

''جوس بہت اچھا ہے۔'' زبیر نے بات شروع کرنے کے لیے کہا۔

''ماریہ نے اثبات میں سر ہلایا۔''ہاں.....''

''اور چاہیئے؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں، بس.....'' اس نے ہاتھ سے انکار کا اشارہ کیا۔زبیر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔وہ ایک دم کتنی بدل گئی تھی۔اس کی آنکھوں کی چمک کہیں کھو گئی تھی۔جب وہ ہسپتال میں اس سے پہلی بار ملا تھا تو اس کی آنکھوں میں کیسی چمک تھی۔اس کا انداز کتنا پر جوش تھا مگر اب.....تیرہ سال بعد والی ماریہ.....جس نے اپنی اولاد کو موت کے منہ میں جاتے دیکھا تھا.....اس کی آنکھوں کی چمک بھی ختم ہو گئی تھی۔وہ پھول کی طرح مرجھا گئی تھی۔وہ پہلے سے کمزور ہو گئی تھی۔اس کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑ چکے تھے۔زبیر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ماریہ نے اسے دیکھا تو اسے زبیر بھی بہت بدلا بدلا سا لگا۔اس کے گالوں کی ہڈی واضح ہونے لگی تھی۔اس کی آنکھوں کے گرد بھی حلقے پڑ چکے تھے۔سر پہ چند سفید بال بھی نظر آئے تھے۔وہ جانتی تھی کہ وقت بدل گیا ہے تو یہ سب تو ہونا ہی تھا۔

جوس پینے کے بعد اس نے دونوں گلاس کاؤنٹر پہ رکھ دیے۔پیسے دینے کے لیے اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ خالی تھی۔وہ اپنا بٹوہ گھر بھول آیا تھا۔

''سوری، میرا بٹوہ گھر رہ گیا ہے۔'' اس نے خالی ہاتھ باہر نکال کر اسے دکھائے۔''وہ سامنے (ہاتھ سے گھر کی طرف اشارہ کیا) میرا گھر ہے۔میں بٹوہ لے کر آتا ہوں۔'' اس کی بات پہ دکاندار نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ماریہ تم یہیں رہو۔میں ابھی آتا ہوں۔'' وہ چلا گیا۔

ماریہ وہیں بیٹھی رہی۔زبیر اس کے سامنے ہی گھر میں داخل ہوا تھا۔وقت گزر رہا تھا۔پندرہ منٹ ہو گئے تھے زبیر واپس نہیں آیا تھا۔دکاندار بھی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ماریہ شرمندہ سی ہوئی۔وہ دکاندار کو بتا کر گھر کی طرف چلی گئی۔گھر کے باہر ایک بگھی کھڑی تھی۔شاید ویلما کہیں جا رہی ہو۔

اس نے سوچا۔

دروازہ کھلا تھا۔وہ اندر آ گئی۔اندر سناٹا تھا۔ویلما اور زبیر نظر نہیں آ رہے تھے۔وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔اس نے پہلے باہر سے ہی زبیر کو آواز دی مگر اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔وہ اندر آ گئی.....اور.....اندر کا منظر.....بالکل غیر متوقع تھا.....

زمین.....زمین پہ ایک بے جان وجود.....جسم سے بہتا خون.....جسم میں چاقو.....

ماریہ نے منہ پہ ہاتھ رکھا اور چیخ اٹھی۔

''زبیر.....'' وہ فوراً اس تک آئی اور اس کے بے جان وجود کو سیدھا کیا۔چاقو اس کے پیٹ میں پیوست کیا گیا تھا مگر.....کس نے.....؟

ماریہ نے ہمت کر کے زبیر کے جسم سے چاقو باہر نکالنا چاہا۔اس نے ہاتھوں میں اس کا خون لگ گیا تھا۔اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔چاقو نکالنے میں اسے دقت ہوئی۔وہ رو رہی تھی۔وہ کانپ رہی تھی۔اس پہ دوسری قیامت بھی ٹوٹ چکی تھی۔اسے لگا وہ مزید زندہ نہیں رہ پائے گی۔

کانپتے ہاتھوں سے اس نے چاقو باہر نکالا اور اتنے میں دروازے پہ کھڑی.....مکروہ مسکراہٹ والی ویلما نے یہ منظر خوشی خوشی اپنی آنکھوں میں قید کر لیا۔ماریہ ہاتھ میں چاقو پکڑے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ویلما کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی۔

''بہت خوب ماریہ.....بہت خوب.....تم تو مجھ سے چار ہاتھ آگے نکلی۔'' ویلما نے تالیاں بجائیں۔

ماریہ بے یقینی سے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔شدت سے.....دائیں.....بائیں.....جتنی شدت سے وہ کر سکتی تھی۔

''یہ میں نے نہیں کیا ویلما۔یہ تم نے کیا ہے۔'' ماریہ فوراً بولی۔اس کے انداز میں غصہ تھا.....وحشت تھی.....

''واقعی میں؟ کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟'' ویلما نے جتاتی نظروں سے اسے دیکھا۔وہ جانتی تھی اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا۔ویلما ایسے پر اعتمادی سے مسکرا رہی تھی جیسے اس کے پاس ماریہ کے خلاف کوئی ثبوت ہے۔اگر ایسا تھا تو.....

ماریہ کے پاس اس کی کسی بات کا جواب نہیں تھا۔

وہ لاجواب تھی.....وہ ہار چکی تھی.....اس پہ قیامت ٹوٹ چکی تھی.....اس پہ مزید مشکلات آنے والی تھیں.....

''بولو۔اب چپ کیوں کر گئیں تم؟'' ویلما مزید قریب آئی۔ماریہ وہیں کھڑی تھی۔وہ پھنس چکی تھی۔

''پر میرے پاس تو ثبوت ہے۔ ماریہ.....زبیر.....جیکسن.....'' وہ فاتحانہ انداز میں ہر لفظ ہر زور دے کر بول رہی تھی۔ ماریہ پہ کالے بادل چھانے لگے۔ ان بادلوں میں گرج تھی.....تباہی کی خبر تھی.....

''تم.....جھوٹ بول رہی ہو ویلما.....'' وہ بولی۔ ویلما نے بلند قہقہہ لگایا۔ اسے ویلما کے قہقہے سے ڈر لگ رہا تھا۔ چاقو ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔

''یہ دیکھو.....'' ویلما نے کندھے پہ لٹکا کیمرہ اس کے سامنے کیا اور فوراً سے اسے کھول کر کلک.....

ماریہ کے ہوش اڑ گئے۔ اس کے ہاتھ سے چاقو چھوٹا جو زبیر کے اوپر جا گرا۔ اسے کچھ محسوس نہیں ہوا تھا.....وہ.....وہ تو لاش تھا.....

ویلما نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا۔ ''ثبوت آ گیا میرے پاس.....اب میں یہ پولیس کو دوں گی اور تم جاؤ گی جیل.....جیل.....'' وہ زور دے کر بول رہی تھی۔ وہ ماریہ کی حالت سے کافی محظوظ ہو رہی تھی۔ ''نولان (زبیر) تو ویسے بھی بہت دور جا چکا ہے۔ تم جیل چلی جاؤ گی اور یہ سب..... یہ سب میرا ہو جائے گا۔ مگر.....میرے پاس ایک آفر ہے۔ تم یہاں سے بھاگ سکتی ہو اور دوبارہ کبھی بھی یہاں مت آنا۔'' آخر میں ویلما نے اسے کسی اچھے دوست کی طرح مشورہ دیا۔ ماریہ کے اوسان تو ویسے ہی خطا تھے۔ وہ کبھی ویلما کو دیکھتی اور کبھی زبیر کے بے جان پڑے جسم کو.....

''فکر نہیں کرو۔ مین اسے دفن کر دوں گی۔ مٹی میں ہی.....ہمارے مذہب میں یہ چیز تو مشترک ہے۔'' وہ ماریہ کو یقین دلا رہی تھی۔

''چلو تم بھاگ جاؤ۔ ورنہ.....میں پولیس کو بتا دوں گ۔'' وہ ہنسی۔ ''میرا وعدہ ہے تم سے، میں نولان کو مٹی میں ہی دفن کروں گی۔ فکر نہ کرو.....اور بھاگ جاؤ۔'' آخری بات اس نے ذرا غصے سے کہی تھی۔ ماریہ چونک گئی۔

''تمہارا سامان میں نے پہلے ہی تیار کروا دیا ہے۔ باہر بگھی بھی کھڑی ہے۔ میں نے پہلے ہی سارا بندوبست کر دیا ہے۔ تم بس یہاں سے چلی جاؤ۔ تمہاری ہر چیز بگھی میں پہلے سے ہے۔ تم.....بس چلی جاؤ یہاں سے۔ میں جانتی تھی تمہیں میری یہ تجویز پسند آئے گی آخر کو تم ایک عقل مند لڑکی ہو۔ اور ویسے بھی.....جیل میں رہنے سے اچھا ہے کہ بندہ کھلی فضا میں رہے اور نئی زندگی شروع کرے۔ اب جاؤ.....'' ویلما نے ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ ماریہ نے اب آنکھوں کو بہنے کی اجازت دی۔ زبیر کے بے جان.....خون میں لپٹے وجود کو آخری بار دیکھ کر اس نے بھاگ جانے کا فیصلہ کیا۔ ماریہ جانتی تھی ویلما جو کہہ رہی ہے وہ کر گزرے گی۔ وہ جیل میں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ وہ بھاگ جائے گی۔ یہی اس کے لیے بہتر تھا۔ پر.....اس نے جاتے جاتے ایک غلطی کر دی تھی۔ انسان کے اوسان خطا ہوں تو اسے چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں ہوش ہی کہاں ہوتا ہے؟

وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ وہاں اس کا ایک بیگ پڑا تھا اور اس پہ ایک تھیلی پڑی تھی جس میں چند سکے تھے۔

''لے جاؤ۔ تمہارے کام آئیں گے۔'' پیچھے سے ویلما کی آواز سنائی دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ مکروہ مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اسے دیکھ رہی تھی۔ ماریہ کی آنکھیں نم تھیں۔

''چلی جاؤ۔ میں نولان کو دفنا دوں گی۔ جاؤ.....فکر نہ کرو۔ تم بے بس ہو۔ تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ نولان کو میں نے مارا ہے مگر میرے پاس یہ ثبوت ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے اسے مارا ہے۔'' اس نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

ماریہ ہار چکی تھی۔ اس کے پاس بھاگ جانے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ آنکھیں صاف کرتی ہوئی باہر چلی گئی۔ باہر نکلنے تک اسے ویلما کے قہقہے سنائی دیتے رہے۔ اسے ان قہقہوں سے وحشت ہو رہی تھی۔

بگھی باہر ہی تھی۔ وہ ویلما کے لیے نہیں بلکہ اس کے لیے تھی۔ وہ اندر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ ایک آدمی نے اسے پکارا۔ اس نے حیرت اور خوف سے مڑ کر دیکھا۔ سامنے جوس والا تھا۔

''میرے پیسے؟''

ماریہ نے سرعت سے اسے پیسے دیے۔ اس نے اپنا چہرہ جھکا لیا تھا۔ آدمی چلا گیا تو وہ بگھی میں بیٹھ گئی۔ اندر بیٹھ کر اس نے دبی آواز میں رونا شروع کر دیا تھا۔ بگھی بان نے گھوڑوں کی لگام کھینچی تو گھوڑوں نے بگھی کو آگے دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔ آسمان پہ سرمئی بادل جمع ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے روشنی قدرے کم ہو گئی تھی۔

ماریہ نے آنکھیں صاف کیں۔ دفعتاً اس کی نظر پاس رکھے اخبار پہ پڑی جہاں آدھے صفحے پہ بڑی سی عمارت کی تصویر آویزاں تھیں۔ وہ یہ عمارت پہچانتی تھی۔ اس نے فوراً اخبار اٹھایا اور عمارت کے ساتھ لکھی سطر پڑھنے لگی۔

''ایک پڑھی لکھی لڑکی کی ضرورت ہے جو اورفن ایج میں بچوں کو تعلیم دے سکے۔'' ماریہ نے پڑھا اور اتنے میں بگھی بان نے ذرا بلند آواز میں اس سے پوچھا کہ کہاں جانا ہے؟

ماریہ نے چونک کر آگے دیکھا۔ سوراخوں سے اسے بگھی بان کی پشت دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ اپنا فیصلہ اس نے بگھی بان کو بھی سنا دیا۔

''لیڈی مہر کے اورفن ایج.....'' اس نے کہا۔ اس نے خود کو سنبھال لیا تھا اسی لیے آواز میں بے ربطگی نہیں تھی۔

بگھی آہستہ آہستہ فورکس سے باہر جانے لگی۔ ماریہ کی زندگی ایک دم سے بدل گئی تھی۔ اس نے اپنے پیچھے بنی چھوٹی سی کھڑکی کا پردہ اٹھا کر باہر جھانکا۔ فورکس.....وہ ویران علاقہ.....وہ اس علاقے کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ چکی تھی۔ وہ اب دوبارہ کبھی یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ آئی تھی۔ اس وقت ویلما لوگوں کو اکٹھا کر کے زبیر کے جنازے کا انتظام کر رہی ہوگی۔ اس نے لوگوں کو میرے جانے کی کیا وجہ بتائی ہوگی؟ وہ.....اس سے آگے نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ امید ہے کہ ویلما زبیر کو عزت سے ہی دفن کرے گی۔ وہ پھر سے اکیلی رہ گئی تھی۔ اس کے لیے اب کوئی نہیں بچا تھا۔ ویلما نے اس کے اوسان خطا ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا اور اسے راستے سے صاف کر دیا تھا۔ وہ جیل نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہ قید میں نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اب اس دنیا میں اس کا کوئی اپنا نہیں تھا۔ اس کا شوہر آج ہی موت کی آغوش میں سو گیا تھا۔ چند دن قبل ہی تو اس کی بیٹی اس کی آنکھوں کے سامنے موت کی آغوش میں سو گئی تھی۔ اور ویلما.....اس کی دشمن.....اس نے اپنا راستہ بہت عقل مندی سے صاف کر لیا تھا۔ ماریہ کو دولت نہیں چاہیے تھی۔ اس کا سب کچھ تو پہلے ہی لٹ چکا تھا۔

بگھی بان نے گھوڑوں کا رخ پہاڑ کی طرف کیا۔ وہ اب کچے راستے پہ چل رہے تھے۔ گھوڑے، راستے میں گرے سوکھے پتوں کو اپنے پیروں تلے روندتے ہوئے، آگے بڑھ رہے تھے۔ آسمان پہ سرمئی بادلوں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ وہ برسنے کو تیار تھے۔

منزل قریب تھی۔ بگھی میں بیٹھی ماریہ نے خود کو کمپوز کیا۔ آنکھیں صاف کیں اور سامان کھولا۔ اندر اسے ایک ہیٹ نظر آیا۔ اس نے فوراً سے ہیٹ سر پہ ٹکا لیا۔ یہ ہیٹ کچھ دن پہلے ہی وہ زبیر کے ساتھ لے کر آئی تھی۔ سارہ بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہ اس وقت رونا چاہتی تھی مگر..... یہ صحیح وقت نہیں تھا۔

آسمان پہ سرمئی بادلوں کو دیکھتے ہوئے اس نے پھر سے اپنا سامان کھولا۔ اسے اندر چھتری مل گئی تھی۔ ویلما نے زندگی میں ایک ہی تو اچھا کام کیا تھا کہ اس کی ہر چیز ہی اس نے سامان کا حصہ بنا دی تھی۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی.....

اس نے اللہ سے دعا کی۔

''اے اللہ، میرے شوہر کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھنا۔ میں تجھ پہ بھروسہ کر کے یہاں آئی ہوں۔ میرے لیے آسانیاں پیدا فرما۔'' آنسو ابلنے کو بے تاب تھے مگر وہ اس وقت رو نہیں سکتی تھی۔ اتنے میں بگھی بان نے گھوڑوں کی لگام کھینچی اور گھوڑے اپنی مخصوص ہنہناہٹ کے ساتھ رک گئے۔

بگھی بان کے دروازہ کھولا تو ماریہ جو اپنی نئی زندگی شروع کرنے کے لیے تیار تھی، باہر نکلی۔ ایک نظر ادھر ادھر دیکھا اور پرانی یادیں کسی تیر کی طرح آئیں اور اس کے دل کا خون کر چکی تھیں۔ اس نے سر جھٹکا۔ بڑی سی.....خوفناک.....خونی عمارت.....اس کے سامنے تھی۔

عقب میں بگھی بان اس کا سامان اتار رہا تھا۔

''لگتا ہے بارش ہونے والی ہے۔'' بوڑھے بگھی بان نے کہا مگر ماریہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر بگھی بان کی پیشن گوئی درست ثابت ہوئی اور بارش پورے جہاں کو بھگونے لگی۔ ماریہ نے فوراً چھتری کھولی۔ برآمدہ دیکھتے ہی وہ اس کے نیچے آ گئی۔ بارش اب اس پہ برس نہیں رہی تھی۔ اس نے دروازے پہ دستک دی تو دروازہ اپنی مخصوص چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔ اندر کا منظر اسے صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شام ہونے والی تھی اور کالے بادلوں کی وجہ سے روشنی مزید کم ہو گئی تھی۔ ابھی وہ اندر جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ بگھی بان بارش میں بھیگتا ہوا اس تک آیا اور اس کا سامان ڈھڑام سے زمین پہ رکھا۔

''اس میں کیا اینٹیں بھری ہیں؟'' بگھی بان نے ناک سکوڑ کر کہا۔ اس نے معذرت کی اور ساتھ ہی ویلما کی دی ہوئی پوٹلی سے چند سکے بگھی بان کو دیے۔ پھر بگھی بان نے اس سے چند عجیب سوال کیے۔

''کیا تم یہاں رہ لو گی؟''

''کافی عرصے کے لیے آئی ہو؟''

''اتنا سارا سامان ہے تمہارے ساتھ اور تم شادی شدہ بھی ہو کیا؟''

''گھر والوں کو پتہ ہے کے تم یہاں.....''

ماریہ نے ان سب سوالوں کے جواب خفگی سے ہی دیے تھے۔وہ پہلے ہی پریشان تھی اور اوپر سے ایسے سوال.....

''میں تو تمہارے بھلے کے لئے ہی پوچھ رہا تھا بچہ.....ورنہ مجھے کیا شوق کہ اس خونی یتیم خانے میں ایک پل کو بھی ٹھہروں؟ ابھی بھی وقت ہے یہاں سے جان چھڑوالو۔'' بگھی بان جاتے جاتے اونچی آواز میں کہتا جا رہا تھا۔بارش کا پانی گرنے کی آواز اور بگھی بان کا یہ کہنا.....

خونی یتیم خانہ.....

تمام باتوں کو ذہن سے جھٹک کر اس نے گہری سانس اندر کھینچی۔اپنا سامان اندر رکھا اور بعد میں خود داخل ہوئی۔چھتری بند کر کے اس نے سامان کے ساتھ ہی رکھ دی تھی۔

''کوئی ہے.....'' ہال خالی تھا اسی لیے اس کی آواز گونج رہی تھی۔

پھر اسے لیڈی مہر کی آواز آئی۔انہوں نے اس کا نام پوچھا۔

''میرا نام ما.....میرا نام میری بین سن ہے۔اور میں یہاں جاب کے سلسلے میں آئی ہوں۔میں نے آپ کا اشتہار دیکھا تھا تو میں.....'' اس نے اپنا نام ماریہ کی بجائے ''میری'' بتایا تھا۔اس کا پرانا نام..... پر وہ تو یہاں نئی زندگی شروع کرنے آئی تھی پھر کیوں اس نے اپنا پرانا نام بتایا؟ شاید اسے اس وقت کوئی نیا نام نہیں ملا تھا۔ہاں اسی لیے.....

اور آج.....دس دنوں بعد.....وہ اپنے کمرے میں کھڑکی کے ساتھ کھڑی تھی۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔وہ اپنی بدلی ہوئی زندگی میں واپس آ چکی تھی۔اب ماضی میں کچھ نہیں بچا تھا جو وہ یاد کرتی۔وہ اب حال میں تھی۔

آنکھوں کا پانی صاف کرتی وہ بیڈ تک آئی۔روزی گہری نیند میں سو رہی تھی۔روزی کو بھی یہاں آئے ایک دن ہو چکا تھا۔اس نے پیار سے روزی کے گالوں پہ ہاتھ پھیرا۔چہرے سے بالوں کو پیچھے کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر سو گئی۔

وہ ماضی کی غار سے ابھی باہر نہیں آئی تھی۔اس کا امتحان ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ابھی تو اس کے اور بہت سے امتحان باقی تھی جس کا اسے ڈٹ کر مقابلہ کرنا تھا۔

آخر.....آزمائش میں کامیابی ہی تو انسان کی کامیابی ہے۔

☆☆☆☆☆